"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

مئی ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی وفات

پر

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی قرارداد تعزیت

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دُختر نیک اختر، امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی پھوپھی جان اور جماعت احمدیہ کی جلیل القدر بزرگ ہستی حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم ۶ مئی ۱۹۸۷ء بمطابق ۸ رمضان ۱۴۰۷ھ بوقت پونے تین بجے سہ پہر رحلت فرما گئیں۔

آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مبشر اولاد میں سے سب سے چھوٹی تھیں۔ آپ کی ولادت سے پہلے حضور کو بشارت ملی تھی "دُختِ کرام"۔ اس کے مطابق ۲۵ جون ۱۹۰۴ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔ حضور نے آپ کی ولادت کو چالیسواں نشان قرار دیا۔

آپ نہایت پاک خُو اور اخلاقِ حمیدہ کی حامل تھیں۔ طبیعت میں حد درجہ جاذبیت تھی۔ آپ کے وجود میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مبشر اولاد کی آخری نشانی جماعت میں قائم تھی۔ آپ نہایت درجہ نیک، تقویٰ شعار، عبادت گزار اور دعا گو وجود تھیں۔ آپ کو ۲۵ اگست ۱۹۶۲ء کو بیت المحمود سوئٹزرلینڈ کا سنگِ بنیاد رکھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب جب جماعت احمدیہ کے سربراہ منتخب ہوئے تو اس موقعہ پر آپ نے ہی حضرتِ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی متبرک انگوٹھی حضور کو پہنائی تھی۔

آپ کی وفات کا صدمہ جماعت کے لیئے بہت ہی جانکاہ ہے۔ ممبرانِ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ تمام خدام کی نمائندگی میں اپنے دلی رنج وغم کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

ہم حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ، حضرت بیگم صاحبہ مرحومہ کی اولاد اور خاندانِ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام افراد سے دلی تعزیت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ جماعت کی اس نہایت قیمتی اور بابرکت ہستی کو اپنے فضل سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آپ کے درجاتِ قرب کو ہر لمحہ و ہر آن بڑھاتا چلا جائے اور آپ کے اعزہ و اقرباء اور ساری جماعت کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم ہیں ممبرانِ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ

مرکزیہ

اس شمارہ میں

اس کے علاوہ اور بہت کچھ

قیمت سالانہ : ۲۵ روپے
ماہانہ : ۲ روپے ۵۰ پیسے
ممالکِ بیرون : ۱۵۰ روپے سالانہ

پبلشر: مبارک احمد خالد ؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس، ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی، ربوہ ؛ رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۸۳۰

اداریہ

سیاہ پوشی

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

"ایک بزرگ نے سیاہ پوشی اختیار کر رکھی تھی اور ہمیشہ سیاہ لباس پہنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بے علم نے جو فقیری کا بھی دعویٰ رکھتا تھا اُن سے پوچھا کہ حضرت آپ نے یہ سیاہ پوشی کیوں اختیار کر رکھی ہے ؟ بزرگ نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں چھوڑی تھیں شمشیر، علم اور فقر۔ شمشیر کو سلاطین اور فرمانرواؤں نے لے لیا مگر موقع محل پر استعمال نہ کیا۔ علم کو عالموں نے اختیار کیا لیکن پڑھنے اور پڑھانے سے آگے نہ بڑھ سکے۔ فقر کو فقراء نے اختیار کر لیا لیکن اسے حصولِ مال کا ذریعہ بنا لیا۔ میں نے اِن تینوں کے غم میں سیاہ پوشی اختیار کر رکھی ہے۔"

جواہر پارے

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذّتوں پر صبر کرتا ہے، دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لیئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے، روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہلِ لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینہ میں آیا اس لیئے رمضان کہلایا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لیئے یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۰۹)

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ: ۱۸۶) یہی ایک فقرہ ہے جس سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویرِ قلوب کے لیئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اِس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیۂ نفس کرتی ہے اور صوم (روزہ) تجلّیٔ قلب کرتا ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جاوے اور تجلّیٔ قلب سے یہ مراد ہے کہ کشف کا دروازہ اُس پر کھُلے کہ خدا کو دیکھ لیوے۔ پس اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں شک و شبہ کوئی نہیں ہے۔ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۵۶)

دوسری قدرت

سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے اس لیئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لیئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیساکہ خدا تعالیٰ کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیساکہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔"

(الوصیت صفحہ ۵)

حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے خطبات کا

خُلاصہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ مارچ ۱۹۸۷ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ السجدہ کی آیات ۱۷ اور ۱۸ کی تلاوت فرمائی اور تقویٰ کے مضمون پر نہایت ہی بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضور نے بتایا کہ تقویٰ کا دینِ حق سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ گویا دینِ حق اور تقویٰ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اس لیئے قرآن کریم اور حدیث میں اوّل و آخر تقویٰ پر اس شدت کے ساتھ زور دیا گیا ہے کہ روحانی زندگی کا خلاصہ تقویٰ کو قرار دیا گیا اور یہ بتایا گیا ہے کہ دینی عالمی برادری جس پر قرآن کریم زور دیتا ہے وہ بھی تقویٰ کے ذریعہ ہی وجود میں آسکتی ہے۔

اگر تقویٰ کا رنگ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر غالب آجائے تو ہر دیکھنے والا ایسے متقیوں کو اپنے سے ایک الگ قوم دیکھے گا۔ اور جو دوسرے رنگ و نسل کے امتیاز ہیں وہ تقویٰ کے رنگ کے نیچے دب کر بالکل مٹتے چلے جائیں گے۔ اور ایک ایسی قوم وجود میں آئے گی جو دُنیا نے پہلے نہ دیکھی ہوگی۔

حضور نے فرمایا: جماعت احمدیہ کا تقویٰ ہی ہے جو اسے ساری دُنیا کے سامنے ایک قوم کی طرح پیش کر رہا ہے لیکن اس کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے اور اس میں ابھی بہت سے خلاء ہیں جن کو پُر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تقویٰ کا رنگ ہماری ہر ادا پر غالب آچکا ہے۔ کیونکہ جب یہ رنگ کسی جماعت پر غالب آجائے تو اُس جماعت کا دُنیا پر غالب آجانا ایک لازمی امر ہوتا ہے۔ غلبہ اُس کا ایک طبعی نتیجہ ہوتا ہے۔ آپ یہ کر دکھائیں کہ جماعت احمدیہ کی ہر ادا پر تقویٰ غالب آجائے تو آسمان اور زمین اس بات پر گواہ ہو جائیں گے کہ آپ لازمًا ساری دنیا پر غالب آئیں گے۔ دُنیا کی کوئی طاقت آپ کو دُنیا پر غالب آنے سے روک نہیں سکے گی۔ پس یہ حقیقی غلبہ ہے اور یہ وہ غلبہ ہے جو دُنیا کی بھلائی اور اس کی بہبود کے لیئے ضروری ہے۔

حضور نے بڑی تفصیل کے ساتھ تقویٰ کے معنوں اور اس کے حصول کے ذرائع کو بیان فرمایا اور بتایا کہ تقویٰ کی دو ہی جڑیں ہیں۔ ایک اللہ سے محبت اور ایک اللہ کا خوف۔ تقویٰ کی اعلیٰ قسم اللہ تعالیٰ کی محبت میں پیوستہ ہوتی ہے۔ اور جو قسم محبت میں پیوستہ ہوتی ہے جب وہ نشوونما پاتی ہے تو اُسی سے خوف کی جڑ بھی

نکلتی ہے۔ اور جو تقویٰ کی جڑ خوف میں پیوستہ ہوتی ہے وہ جب حقیقی معنوں میں نشوونما پاتی ہے تو اس سے ایک محبت کی جڑ بھی نکلتی ہے اور پھر تقویٰ کا مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقی اور اعلیٰ پائے کا تقویٰ وہی ہے جس کا آغاز محبت سے ہوا ہو۔ قرآن کریم بھی اس تقویٰ کو سب سے اعلیٰ درجہ کا تقویٰ قرار دیتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ خدا سے یہ محبت کیسے پیدا ہو جو درحقیقت تقویٰ کا ہی دوسرا نام ہے؟ اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی سچے محبت کرنے والے کی زبان میں خدا کا ذکر کیا جائے اور اس کی پیروی کی جائے۔ اس سلسلہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اللہ کا عاشق دُنیا میں کوئی سوچا ہی نہیں جا سکتا جو عام باتوں کے علاوہ فصاحت و بلاغت میں قرآن کے بعد سب سے بلند مقام رکھنے والے تھے خدا کا ذکر آپؐ کی زبان میں کیا جائے تو اس سے لازماً بے اختیار دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے خوف کا مضمون بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان ہی سے سُننے میں خدا تعالیٰ کا حقیقی خوف اور اس کا احساس دل میں پیدا ہوتا ہے۔

اس ضمن میں حضور نے احادیث نبویہ بیان فرمائیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے جلال اور جمال اور اس کی رحمت و بخشش کا ذکر کیا ہے۔ اور آخر میں فرمایا۔ پس اگر تقویٰ سیکھنا ہے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھیں اور تقویٰ کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ حسین صورت وہی ہے جو محبت الٰہی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ گویا محبتِ الٰہی اور تقویٰ ایک ہی چیز کے دو نام بن جاتے ہیں۔

آخر میں حضور نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ سو سالہ جشن سے پہلے پہلے جماعت (اس دُلہن کی طرح جو اپنے حُسن کے عروج پر ہو اور پھر سجائی گئی ہو) تقویٰ سے مزیّن ہو کر حُسن سے آراستہ ہو چکی ہو اور اس طرح جماعت تقویٰ سے سج کر اگلی صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۷ مارچ ۱۹۸۷ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے آیتِ قرآنی اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کی تلاوت فرمائی اور گزشتہ خطبہ جمعہ کے تسلسل میں تقویٰ کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ خطبہ میں مَیں نے بتایا تھا کہ تقویٰ کی دو ہی جڑیں ہیں، اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کا خوف اور یہ کہ تقویٰ کی اعلیٰ قسم اللہ تعالیٰ کی محبت میں پیوستہ ہوتی ہے۔

اس محبت کے حصول کے ذرائع بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تقویٰ میں تمام بنی نوع انسان سے بڑھ کر تھے اور سب سے بڑھ کر رہیں گے۔ اور اس حیثیت سے آپؐ کی پیروی کرنے کا جو خلاصہ گُر ہمیں بتا دیا گیا ہے وہ محبت کا طریق ہی ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے سوا یہ محبت ممکن نہیں۔ یا بصورتِ دیگر اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا یہ پیروی ممکن نہیں۔

حضور نے فرمایا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اگر خدا سے محبت کی بناء پر نہ ہو تو یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ اس لیئے اے وہ لوگو جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا چاہتے ہو، اگر تمہیں خدا سے محبت ہے تو پھر یہ پیروی کرو۔ کیونکہ آپؐ نے اللہ کی اطاعت، محبت کے ذریعہ ہی سیکھی تھی۔ اور آپؐ کی زندگی کے ہر لمحے اور ہر شعبہ پر خدا کی محبت غالب تھی۔ اس لیئے وہ جو محبت سے نا آشنا ہیں، جو اس کوچے کے واقف نہیں، اُن کے لیئے خدا کی محبت کے بغیر سُنّتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی بہت ہی بھاری ہو جائے گی۔

فرمایا: امر واقعہ یہ ہے کہ سُنّت کے جتنے بھی مراحل ہیں وہ محبت کے ذریعے ہی آسان ہوتے اور محبت ہی کے ذریعے طے ہوتے ہیں۔ پس غالب پہلو اللہ تعالیٰ کی محبت ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بعد میں پیدا ہوتی ہے۔ سُنّت کی پیروی کا طریق ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ اگر تم نے سُنّت کو اوّلیت دی اور اس کے نتیجے میں خدا کی محبت ڈھونڈتے ہو تو تمہیں حقیقت میں اوّل اور آخر کا فرق معلوم نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی بنیاد اللہ کی محبت سے ہی شروع ہوگی۔ پیروی کا آغاز اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہوگا اور نتیجۃً یہ محبتِ الٰہی تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں مبتلا کر دے گی۔

حضور نے فرمایا کہ جس کا یہ مذہب ہے وہی زندہ رہنے والا مذہب ہے۔ لیکن جو لوگ قرآن کریم کی اس آیت کے مفہوم کو نہیں سمجھتے وہ سُنّت کو اوّلیت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت سے دُور ہو جاتے ہیں۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ اُن کے مذہب میں خدا اور اس کی خدائی کا مقصد صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کروانا تھا۔ حالانکہ خدا کی خدائی کا مقصد تو یہ ہے کہ خدا سے محبت کی جائے۔ اور محبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی۔ تو حقیقی محبت جو خدا کی محبت کو کھینچتی ہے اُس کے لیئے ایک ہی راستہ باقی رہ گیا ہے اور وہ سُنّتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سُنّت کے ذریعہ خدا کی محبت حاصل کی جائے۔ خدا کی محبت کا گر سیکھنا ہو تو سُنّتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی سیکھا جائے۔ یہ بڑا وسیع مضمون ہے جو انسانی فطرت پر حاوی ہے۔

حضور نے سُنّتِ نبویؐ کی روشنی میں محبتِ الٰہی کے حصول کے ذرائع کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا اور بتایا کہ خدا کی محبت کا ہر اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی سے باندھ دیا گیا ہے۔ اس لیئے اگر تقویٰ سیکھنا ہے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی سیکھا جائے گا۔ قدم بہ قدم آپؐ کی پیروی سے سیکھا جائے گا لیکن آغاز اس سفر کا خدا کی محبت کے سوا نہیں ہو سکتا۔

حضور نے فرمایا: پس اس آیت کا دوسرا معنیٰ یہ بن جائے گا کہ ہر سفر کے لیئے تم زادِ راہ لیتے ہو اگر میرے پیچھے چلنا ہے تو میں اُنہیں کو بلاؤں گا جو خدا کی محبت کا زادِ راہ لے کر میرے پیچھے چلتے ہیں۔ ورنہ میرا سفر ایسے وسیع رستوں پر ہے کہ اس زادِ راہ کے بغیر کوئی زادِ راہ تمہارے کام نہیں آ سکتا۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے"۔ آپ کے تقویٰ کا مضمون بھی محبتِ الٰہی سے تعلق رکھتا تھا۔ محبتِ الٰہی تھی جس کے ذریعہ

آپ نے سُنّت کی پیروی کی اور اس سُنّت کی پیروی کے نتیجے میں ہر قدم پر آپ کو خدا کی محبت نصیب ہوئی۔ اور آپ کا آخری قدم خدا کی مرضی کا حصول تھا۔

حضور نے آج کے خطبہ میں جماعت کے ہر فرد، چھوٹے بڑے کو یہ دُعا یاد کرنے اور اس کا وِرد کرنے کی تلقین فرمائی:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔

نیز حضور نے فرمایا کہ اگر انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے ذریعہ خدا کی محبت کا اظہار کرنا شروع کر دے اور آپ سے محبت کرنے کے طریق سیکھ لے تو پھر جو دل میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک رشتہ قائم ہوگا اُس کا نام تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ ایک ایسا مضمون ہے جو آپ کی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہوگا اور ایک تبدیلی پیدا کر کے دکھائے گا۔ تقویٰ کے بغیر سیرت میں تبدیلی ممکن نہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی جو خدا سے محبت پر مبنی ہو، اس کے بغیر تقویٰ نصیب نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں۔ اِس سے آپ کے دل میں تقویٰ پیدا ہوگا۔ آپ کی زندگی میں مستقل حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔

اِس ضمن میں حضور نے حضرت بانیٔ سلسلہ کے بیان فرمودہ تقویٰ کے ثمرات بیان فرمائے اور فرمایا کہ یہ مضمون تو بہت ہی وسیع اور بڑا دلچسپ ہے لیکن اس کا خلاصہ یہی ہے کہ خدا سے محبت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو۔ اور ثابت کرو کہ تمہیں خدا سے محبت ہے۔ اگر خدا سے محبت ہوگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اس محبت کو اتنا بڑھا دے گی اور اتنا چمکا دے گی کہ اِس پیروی کے نتیجہ میں خدا تم سے محبت کرنے لگے گا اور پھر تمہارا دل یقین سے بھر جائے گا کہ تمہاری محبت سچی ہے اور اس رستے میں سفر کے دوران تمہیں نور نصیب ہوگا تمہیں تقویٰ عطا ہوگا۔ تمہیں عقلِ کُل معلوم ہو گی۔

وقفِ اولاد کی عظیم الشّان تحریک

خلاصہ خطبہ جمعہ ۳ر اپریل ۱۹۸۷ء

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ توبہ کی آیت ۲۹ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ گزشتہ خطبہ میں مَیں نے آیت قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کے کچھ حصّے پر روشنی ڈالی تھی اور آج اس دوسری آیت کی روشنی میں اِسی مضمون کے کچھ اَور حصّوں پر روشنی ڈالوں گا۔

فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کی محبت کے دعویٰ کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کا حکم

بلا ہے تو سوال یہ ہے کہ اس میں کیا منطقی جوڑ ہے اور پھر یہ پیروی کس طرح ہو سکتی ہے۔ کس رنگ میں پیروی کی تاکید فرمائی گئی ہے اور کیا محبت حکماً بھی ہوتی ہے؟ فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے تمہیں محبت ہے تو مَیں بھی اپنی محبت کا تم سے اظہار کرتا ہوں اور اپنی محبت کا ظاہری عکس انسانوں میں بھی بتاتا ہوں۔ جس طرح تم کائنات کا حسن مشاہدہ کرتے ہو اور عاشق ہوتے چلے جاتے ہو، اسی طرح مَیں ایک ایسی ہستی تمہیں بتاتا ہوں جو میرے عشق کی وجہ سے سنوری ہے۔ میری محبت کے نتیجہ میں اُس میں حُسن پیدا ہوا ہے۔ اُس کو دیکھو اور اُس پر عاشق ہو جاؤ اور عاشقانہ اُس کی اطاعت کرو۔ یہ مضمون ہے جو اس آیت میں مخفی ہے اور دوسری آیات میں اس کا کھلا کھلا اظہار ہوتا ہے۔ پس جواب یہ دیا کہ تمہیں مجھ سے حقیقی محبت کی خواہش ہے تو خواہش تو ہے لیکن کوئی ایسا عاشقِ صادق تمہیں معلوم نہیں جس کے ساتھ مَیں نے بھی محبت کی ہو۔ اس لیئے اگر تم اس کے پیچھے چلو جس سے مَیں نے محبت کی ہے تو لازمی، قطعی طور پر مَیں تم سے محبت کرنے لگوں گا۔ پس خدا سے محبت کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لازم ہے ورنہ اس کے بغیر تمہارا خدا سے پیار جھوٹا ثابت ہوگا اور تم فاسق ہو جاؤ گے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی اطاعت میں بسر ہوا جس میں کوئی نقص نہ تھا اور جو عمل خدا تعالیٰ کی رضا سے باہر ٹھہرا، وہ فسق ہے۔

اسی مضمون کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کسی حکم اور جبر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیئے ہے کہ وہ محبت کے لائق ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے نشاندہی فرما دی کہ اس سے بڑھ کر تمہیں کیا دلیل چاہیئے کہ مَیں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اگر انسان زیادہ حسین ہو تو کم تر حسین سے محبت کے کم امکانات ہوتے ہیں۔ جتنا زیادہ کوئی حسین ہو اُتنا ہی زیادہ اُس کا معیارِ حُسن بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن کی سب سے بڑی دلیل اس آیت میں رکھ دی گئی ہے کہ اتنا حسین ہے کہ مَیں اس سے محبت کر رہا ہوں۔ اور اتنی محبت کرتا ہوں کہ اگر تم اس کی پیروی کرو گے تو مَیں تم سے بھی محبت کرنے لگ جاؤں گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ذاتی حُسن ہے اور اس حُسن کا بیان اور تذکرہ ہونا چاہیئے، اس کی مجالس ہونی چاہئیں اور بڑے اور چھوٹوں کو اس حُسن سے ذاتی واقفیت ہونی چاہیئے۔

فرمایا: اس لیئے مَیں نے گزشتہ سال یہ تحریک کی تھی کہ جوں جوں ہم غلبۂ حق کی صدی کے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں، سیرت کے مضمون پر جلسوں کی کثرت ہونی چاہیئے۔ تاکہ اس صدی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے عاشقوں کا ایک قافلہ داخل ہو۔ محض دینِ حق کے غالب آنے کے بڑے بڑے نعرے بلند کرتے ہوئے، خالی دل لوگ نہ ہوں بلکہ ایسے لوگ ہوں جن کے دل عشقِ الٰہی اور عشقِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرے پڑے ہوں۔ جن کے خون میں یہ عشق جاری ہو چکے ہوں۔ اس زادِ راہ کے بغیر آپ اگلی صدی کی نسلوں کی زندگی میں کوئی عظیم الشان تبدیلی پیدا نہیں کر سکیں گے۔ پس قبل اس کے کہ ہم اس اگلی صدی میں داخل ہوں، ہمیں چاہیئے کہ ہم اس حُسن کامل سے مزین ہونے کی کوشش شروع کر دیں۔

حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیروی کا دوسرا پہلو یہ بیان فرمایا کہ خدا نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پیروی سکھائی ہے اور ان پر اپنے رنگ چڑھائے ہیں اور اپنے حُسن کو ہماری دسترس میں پہنچا دیا ہے۔ پس چونکہ خدا کا پیار اس سے سیکھا جا سکتا ہے جسے خدا نے اپنا پیار سکھایا ہو۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیروی ضروری ہے۔

حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیروی سے جو انعامات ملتے ہیں انہیں قرآن کریم کی روشنی میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا اور بتایا کہ ..... لامتناہی انعامات کے دروازے ہیں جو یہ محبتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کھولتی چلی جاتی ہے۔

حضور نے آج کے خطبہ میں وقفِ زندگی کی عظیم الشان تحریک کا اعلان کیا جس کا محبت کے مضمون سے تعلق ہے اور فرمایا: محبت کے نتیجے میں انسان تحائف پیش کرتا ہے اور قرآن کریم نے ہر چیز جو خدا کی راہ میں پیش کی جاتی ہے اس کے ساتھ محبت کی شرط لگا دی ہے۔ بلکہ نیکی کی تعریف میں محبت کے تحفے کو بطور شرط کے داخل فرما دیا ہے۔ فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کہ تم نیکی کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے اگر یہ راز نہ جان لو کہ خدا کے رستے میں وہ خرچ کرو جس سے تمہیں محبت ہے۔ اپنی محبوب چیزوں کو خدا کی راہ میں پیش کرنا سیکھو، پھر تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہاں ہم نے نیکی کا مفہوم سمجھ لیا ہے۔

فرمایا: انبیاء کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنا سب کچھ دینے کی خاطر اپنی اولادیں بھی پیش کرتے ہیں اور بعض دفعہ اپنی اولاد پیدا بھی نہیں ہوتی تو وہ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ابرار کی بھی یہی سُنت ہے جیسے حضرت مریم کی والدہ نے آپ کی پیدائش سے پہلے خدا سے یہ التجا کی۔ اے میرے رب! جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے، مَیں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں۔ مجھ سے قبول فرما۔ تُو بہت ہی سُننے والا اور جاننے والا ہے۔ یہ دعا خدا کو ایسی پسند آئی کہ اسے قرآن کریم میں آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر لیا۔ اور پھر حضرت ابراہیم کی دعا اپنی اولاد کے متعلق اور دوسرے انبیاء کی دعائیں اپنی اولاد کے متعلق، یہ ساری بھی قرآن کریم نے محفوظ فرمالیں۔ بعض جگہ آپ کو ظاہر طور پر وقف کا مضمون نظر نہیں آئے گا۔ جیسا کہ یہاں آیا ہے مُحَرَّرًا۔ یعنی اے خدا! مَیں تیری راہ میں اس بچے کو وقف کرتی ہوں۔ لیکن بسا اوقات آپ کو یہ دُعا نظر آئے گی کہ اے خدا! جو نعمت تُو نے مجھے دی ہے وہ میری اولاد کو بھی دے اور ان میں بھی یہ انعام جاری فرما۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی انہی الفاظ میں دُعا کی لیکن حقیقت میں اگر آپ غور کریں تو جو انعام مانگا جا رہا ہے وہ وقفِ کامل ہے۔ کامل وقف کے سوا نبوّت مل ہی نہیں سکتی۔ اور سب سے زیادہ بنی نوع انسان سے آزاد یعنی محرّر اور خدا کی غلامی میں جکڑا جانے والا نبی ہوتا ہے۔ تو امر واقعہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ دعا کرتا ہے کہ میری اولاد میں نبوّت جاری فرما تو اس دعا کا حقیقی معنی یہ ہے کہ میری اولاد کو ہمیشہ میری طرح غلام در غلام در غلام بناتا چلا جا۔ اپنی محبت میں، اپنی اطاعت میں جکڑتا چلا جا۔ اتنا کامل طور پر جکڑ لے کہ کوئی بھی آزادی کا پہلو نہ رہے۔ تو حضرت مریم کی والدہ نے جو دعا مانگی کہ مَیں اس بچے کو دنیا سے آزاد کر کے تیرے سپرد کرتی ہوں اس کے مقابل پر وقف کا یہ مضمون اَور بھی بالا ہے کہ میری اولاد کو تُو اپنی غلامی میں جکڑ لے اور کوئی پہلو بھی ان کا آزاد نہ رہنے دے۔ بہرحال یہ بھی

ایک پہلو ہے کہ جو کچھ ہے وہ تو خدا کی راہ میں دے دیا لیکن جو ابھی ہاتھ میں نہیں آیا وہ بھی پیش کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی چلہ کشی کی اور چالیس دن یہ گریہ وزاری کرتے رہے، دن رات، کہ اے خدا! مجھے اولاد دے اور وہ اولاد دے جو تیری غلام ہو جائے، میری طرف سے تیرے حضور تحفہ ہو۔ حضور نے فرمایا "پس میں نے یہ سوچا کہ میں ساری جماعت کو اس بات پر آمادہ کروں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے جہاں خوبت الی اللہ کے ذریعے روحانی اولاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں اپنے آئندہ ہونے والے بچوں کو خدا کی راہ میں ابھی سے وقف کر دیں اور یہ دعا مانگیں کہ اے خدا! ہمیں ایک بیٹا دے لیکن اگر تیرے نزدیک بیٹی ہونا ہی مقدر ہے تو ہماری بیٹی بھی تیرے حضور پیش ہے۔ "مَا فِیْ بَطْنِیْ"۔ جو کچھ بھی میرے بطن میں ہے۔ مائیں یہ دعا کریں اور والدین بھی ابراہیمی دعائیں کریں کہ اسے خدا! انہیں اپنے لئے چن لے، اپنے لئے خاص کر لے۔ تیرے ہو کے رہ جائیں اور آئندہ صدی میں ایک عظیم الشان بچوں کی فوج ساری دنیا سے اس طرح داخل ہو رہی ہو کہ وہ دنیا سے آزاد ہو گئی ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا کی غلام بن کے اس صدی میں داخل ہو رہی ہو۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہم خدا کے حضور میں تحفہ پیش کر رہے ہوں اور اس کی شدید ضرورت ہے۔ آئندہ سو سالوں میں جس کثرت سے احمدیت نے ہر جگہ پھیلنا ہے، وہاں لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا کے غلام ہوں۔ کثرت کے ساتھ واقفینِ زندگی چاہئیں اور ہر طبقۂ زندگی سے واقفینِ زندگی چاہئیں، ہر ملک سے واقفینِ زندگی چاہئیں۔ اس سے پہلے جب ہم تحریک کرتے اور بہت کوشش کرتے رہے لیکن بالعموم بعض خاص طبقوں نے عمداً وقف زندگی سے اپنے آپ کو مستثنیٰ سمجھا ہے۔ اور عملاً جو واقفین سلسلہ کو ملتے رہے وہ زندگی کے ہر طبقہ سے نہیں آئے۔ بعض بہت صاحبِ حیثیت لوگوں نے بھی اپنے بچے پیش کئے۔ لیکن بالعموم دنیا کی نظر میں جس طبقے کو بہت زیادہ عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا یعنی درمیانے درجے کا طبقہ، غریبانہ طبقہ اس میں سے بچے پیش ہوتے رہے۔ اس طبقے سے ان واقفینِ زندگی کا آنا ان واقفینِ زندگی کی عزت بڑھانے کا موجب ہے، عزت گرانے کا موجب نہیں۔ لیکن دوسرے طبقوں سے نہ آنا ان طبقوں کی عزت گرانے کا ضرور موجب ہے پس میں اس پہلو سے مضمون بیان کر رہا ہوں، ہرگز کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ نعوذ باللہ من ذالک جماعت محروم رہ جائے گی اور جماعت کی عزت میں کمی آجائے گی۔ اگر بظاہر ظاہری عزت والے لوگ اپنے بچے وقف نہ کریں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان خاندانوں کی عزتیں باقی نہیں رہیں گی جو بظاہر دنیا میں معزز ہیں اور خدا کے نزدیک وہ خود اپنے آپ کو آئندہ ذلیل کرتے چلے جائیں گے اگر خدا کے حضور انہوں نے اپنے بچے پیش کرنے کا گر نہ سیکھا، اور یہ سنتِ انبیاء ہے۔ انبیاء کے بچوں سے زیادہ معزز دنیا میں اور کوئی بچے نہیں ہو سکتے اور انہوں نے اس عاجزی سے اور منتیں کرتے ہوئے اور اس طرح گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے وقف کیے ہیں کہ ان کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ پس اگلی صدی کو شدید ضرورت ہے کہ جماعت کے ہر طبقے سے لکھوکھا کی تعداد میں واقفینِ زندگی اس صدی کے پاس دراصل

خدا کے حضور تحفہ پیش کر رہے ہوں۔ اس لیئے جن کو بھی توفیق ملے وہ اِس تحفے کے لیئے بھی تیار ہو جائیں ہو سکتا ہے اِس نیت کی، اِس نذر کی برکت سے بعض ایسے خاندان جن میں اولاد پیدا نہیں ہو رہی اور ایسے میاں بیوی جو کسی وجہ سے اولاد سے محروم ہیں اللہ تعالیٰ اِس قربانی کی رُوح کو قبول فرماتے ہوئے اُن کو بھی اولاد دے دے۔ اور اللہ تعالیٰ اِپہلے ایسا کر چکا ہے۔ ....

ایک تحفہ جو مستقبل کا تحفہ ہے، وہ باقی رہ گیا تھا۔ مجھے خدا نے یہ توجہ دلائی کہ میں آپ کو بتا دوں کہ آئندہ دو سال کے اندر یہ تہیّہ کر لیں کہ جس کو بھی جو اولاد نصیب ہوگی وہ خدا کے حضور پیش کر دے گا۔ اور اگر آج کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی اِس تحریک میں شامل ہو جائیں اور وہ بھی یہ عہد کر لیں۔ لیکن یہ عہد ماں باپ کو مل کر کرنا ہوگا۔ دونوں کو اکٹھے فیصلہ کرنا چاہیئے تاکہ اولاد کی تربیت میں یک جہتی پیدا ہو اور بچپن سے ہی اُن کی اعلیٰ تربیت کرنی شروع کر دیں اور اعلیٰ تربیت کے ساتھ اُن کو بچپن ہی سے اِس بات پر آمادہ کرنا شروع کریں کہ تم ایک عظیم مقصد کے لیئے ایک عظیم الشان وقت میں پیدا ہوئے ہو جبکہ غلبۂ (دین) کی ایک صدی غلبۂ (دین) کی دوسری صدی سے مل رہی ہے۔ اِس جوڑ پر تمہاری پیدائش ہوئی ہے اور اِس نیت اور دعا کے ساتھ ہم نے تمہیں خدا سے مانگا ہے کہ اے خدا! تُو آئندہ نسلوں کی تربیت کے لیئے اسے عظیم الشان مجاہد بنا۔

اگر اِس طرح دُعائیں کرتے ہوئے لوگ اپنے آئندہ بچوں کو وقف کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ ایک بہت ہی حسین اور بہت ہی پیاری نسل ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیئے تیار ہو جائے گی۔"

خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۰ر اپریل ۱۹۸۷ء

حضور نے فرمایا: گزشتہ پیر کے روز (جسے دوشنبہ بھی کہا جاتا ہے اور سوموار بھی کہتے ہیں) صبح ہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف خوشی کی خبریں ملنی شروع ہوئیں۔ خدا تعالیٰ نے چھوٹی بھی اور بڑی بھی خوشخبریاں دیں۔ مثلاً یوگوسلاویہ میں اگرچہ ایک لمبے عرصہ سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کامیاب دعوتِ الی اللہ ہوتی رہی ہے اور لوگ احمدی ہوئے ہیں لیکن وہ سب البانین قوم سے تعلق رکھنے والے تھے اور حربوکروش جو وہاں کی بڑی قوم ہے اور جن میں بڑی شدت کے ساتھ عیسائیت پائی جاتی ہے یا اب روس کے اثر سے دہریت آگئی ہے اُن میں آج تک کوئی احمدی نہیں ہوا تھا تو اس کا سامان بھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ چنانچہ پیر کے روز صبح یہ خوشخبری ملی کہ وہاں کے ایک کیتھولک عیسائی جن کا پادریوں کے ساتھ تعلق تھا بیعت کر لی ہے۔ اور چونکہ وہ اپنی قوم میں سے جو کہ ایک بہت بڑی اور اہم قوم ہے پہلے احمدی ہیں اس لیئے یہ ایک تاریخی نوعیت کی خوشخبری ہے۔

دوسری اِس قسم کی خوشخبری آئس لینڈ سے ملی ہے۔ گلاسگو میں ایک آئس لینڈ کے طالب علم پی ایچ ڈی کرنے کے لیئے آئے ہوئے تھے انہوں نے یہاں آنے کے بعد تعلیم کے دوران احمدیت کا مطالعہ شروع کیا اور رفتہ رفتہ ان کے دل پر

اس کا اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے ہمیں خط لکھا جو پیر ہی کے دن ہمیں ملا جس میں انہوں نے تحریر کیا کہ مَیں نے خوب تحقیق کے بعد احمدی ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے اور مجھ سے فوری طور پر رابطہ کیا جائے۔ چنانچہ اُن سے رابطہ کیا گیا اور اب وہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں۔

حضور نے مزید فرمایا: آئس لینڈ ڈنمارک کے سپرد تھا کہ وہ کوشش کریں کہ آئس لینڈ میں پہلا احمدیت کا پھل ملے لیکن باوجود کوشش کے ڈنمارک کے ذریعہ وہاں کوئی بیعت نہیں ہو سکی لیکن اللہ تعالیٰ جو خود اپنے فضلوں سے پھل بھیجتا ہے اور بعض دفعہ بظاہر کوئی انسانی دخل بھی نظر نہیں آتا اور خدا تعالیٰ پھل عطا کر دیتا ہے۔ سو اس نے اپنے فضل سے آئس لینڈ میں پہلا احمدیت کا پھل عطا فرمایا۔

اسی طرح پیر ہی کے روز ہمارے بہت ہی اہم کمپیوٹرائزڈ جدید پریس کا لندن میں افتتاح ہوا ہے جس کا بڑی دیر سے مَیں جماعت سے وعدہ کر رہا تھا اور جماعت نے اس کے لیئے مالی قربانی بھی دی، اس کے کمپیوٹر سیکشن کا پیر کے روز ہی افتتاح ہوا ہے اور یہ خبر بھی چھوٹی نہیں بلکہ اس کے دُور رس نتائج ظاہر ہوں گے۔

حضور نے فرمایا: اس کے علاوہ ایک اَور خوشی کی خبر یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے نائیجیریا سے ایک ایسے چیف کی بیعت کی اطلاع ملی ہے جو بڑی مخالف قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ماتحت چالیس چیفس کام کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ دو مزید چیفس نے بھی بیعت کی ہے۔ جن کے ماتحت بھی چالیس چالیس چیفس ہیں، اور یہ اطلاع بھی دوشنبہ کے دن ہی ملی۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ حضرت بانی سلسلہ کا جو الہام ہے "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" وہ آج ایک دفعہ پھر پورا ہو گیا۔ اور صرف یہی نہیں مجھے اس سے ایک اَور خیال آیا کہ ہم FRIDAY THE TENTH میں موجود خدا تعالیٰ کی خبر خواہ مخواہ محض انذاری خبر بنائے ہوئے ہیں حالانکہ خدا کی طرف سے تو کوئی شرط نہیں تھی کہ یہ انذاری خبر ہے یا خوشی کی۔ اور جو بار بار کی چمک دکھائی گئی ہے اس کو دونوں طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ انذار کی بھی چمک ہوتی ہے اور خوشخبریوں کی بھی چمک ہوتی ہے۔ تو میرے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ بات گاڑ دی کہ "FRIDAY THE TENTH" سے مراد یہ ہے کہ جمعہ جو آنے والا ہے اس میں یا آئندہ کسی جمعہ میں بہت بڑی خوشخبریاں ملنے والی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ منگل کے روز ہانڈے یون میں ایک انگریز احمدی خاتون کے خاوند نے جو شدید مخالف تھے بیعت کی ہے۔ اسی طرح ایک اَور انگریز خاتون نے بھی اپنے بچوں سمیت بیعت کی ہے۔

حضور نے مزید فرمایا: جمعرات کا سورج غروب ہونے کے بعد ایک بہت بڑے مسلمان راہنما جن کا کروڑوں مسلمان احترام کرتے ہیں اور وہ کئی زبانوں کے ماہر ہیں اُن سے ملاقات ہوئی جن پر جماعت کا علم ہونے پر بہت اچھا اثر پڑا اور محبت کے واضح آثار اُن میں پیدا ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہاں آنے کا موقع دیا۔ دوسرا بڑا معنی خیز فقرہ انہوں نے کہا جس سے مجھے امید ہوئی ہے، انہوں نے کہا کہ ایک لمبے عرصے سے مَیں دینی تاریخ کا مطالعہ کر رہا تھا اور مَیں نے ہر طرف نظر دوڑائی اور خوب چھان پھٹک کی، خوب تلاش کی، لیکن جس چیز کی مجھے تلاش تھی وہ مجھے ملی نہیں۔ آج وہ مجھے مل گئی ہے۔ اس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہی وہ خوشخبری تھی جو

خدا تعالیٰ نے پیر کے دن میرے دل میں ڈالی کہ "FRIDAY THE TENTH" کی پیش خبریوں کی رُو سے خدا تعالیٰ احمدیت کی ترقی کے لیئے انشاء اللہ نئے نئے دروازے کھولے گا۔ تو جماعت کو یہ خوش خبریوں میں اس لیئے شامل کر رہا ہوں کہ تکلیف دہ خبریں تو آپ دیر سے سُنتے چلے آرہے ہیں۔ اور دُکھ کی خبروں پر تو دل دعاؤں کی طرف مائل ہوتا ہی ہے لیکن طمع کے ساتھ بھی تو دل دعاؤں کی طرف مائل ہونا چاہیئے۔ حمد و شکر سے دل بھرنا چاہیئے۔ تو اس لیئے ایسی خبریں بھی سُنانی چاہئیں جن سے غمِ اغیار کا جھگڑا کٹ جائے اور دل حمد کی طرف مائل ہو جائیں اور حمد و ثناء کے ساتھ دعائیں نکلیں۔ اس لیئے اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے دعائیں کریں۔

معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر بڑی تیزی سے جماعت احمدیہ کو اس عظیم عالمی انقلاب کی طرف لے جا رہی ہے جس کا لانا ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے مگر خدا کی تقدیر کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور نئی صدی میں داخل ہونے سے پہلے خدا جماعت پر ترقیات کے دروازے کھولنا چاہتا ہے۔ اس لیئے آج حمد و ثناء کا جمعہ ہے۔ آج بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک مسلمان لیڈر سے ملاقات ہے اس کے لیئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بہتری کے سامان پیدا فرمائے۔"

نام کتاب : حضرت نوح علیہ السلام

مرتبہ و مؤلفہ : سیّدہ نسیم سعید

ناشر : احمد پبلیکیشنز راولپنڈی

بچوں کا ذہن ایک کورے اور صاف کاغذ کی مانند ہوتا ہے اور اُن کی فطرت بالکل پاکیزہ ہوتی ہے۔ اس لیئے اُن کے ذہن کی خالی تختی پر پاکیزہ نقوش اُبھارنے کے لیئے انبیاءِ کرام کے سچّے، پاکیزہ، سبق آموز اور ایمان افروز واقعات بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ محترمہ نسیم سعید صاحبہ نے اس سلسلہ کا پہلا کتابچہ حضرت آدمؑ کے حالات پر تحریر کیا تھا اور اس سلسلہ کی دوسری کڑی حضرت نوحؑ کے پاکیزہ حالات پر مشتمل ہے۔

زیرِ نظر کتاب نہ صرف بچوں کے کہانیاں پڑھنے کے شوق کی تسکین کرے گی بلکہ حقیقی اور سچّے واقعات پڑھ کر اُن کے اندر حقیقت پسندی اور اعلیٰ اخلاق کے اوصاف پیدا کرنے میں بھی ممد و معاون ثابت ہوگی۔

کتاب ایک طرف تو نہایت اعلیٰ پایہ کے علمی حقائق پر مشتمل ہے جو قرآن کریم، احادیث نبویہؐ اور بزرگانِ سلسلہ کی تحریروں سے ماخوذ ہیں تو دوسری طرف بچوں کی آسانی کی خاطر نہایت سادہ اور آسان زبان استعمال کی گئی ہے۔ اور مشکل باتوں کو بھی نہایت آسان طریقے سے پیش کر کے کتاب بچوں کے لیئے ذہنی طور پر زیادہ قابلِ قبول بنا دی گئی ہے۔ یہ مفید کتاب یقیناً تمام احمدی گھرانوں کے لیئے ایک نادر اور پاکیزہ تحفہ ہے اور بلاشبہ ہر گھر میں اس کی موجودگی بہت نفع رساں ہوگی۔ خدا تعالیٰ اس کو نافع بنائے اور کثرت سے احباب کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(م۔ا۔ منور)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دعاؤں کا شیریں ثمر

حضرت حافظ حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی نوراللہ مرقدہٗ

احمد قادری

"میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب کون میرا ناصر و مددگار ہے؟ میں تنہا ہوں۔ پس جبکہ دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص .... عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے۔ اور میرے اُن دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں.... ..... مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا.... جب وہ میرے پاس آکر مجھ سے ملا تو میں نے اُسے . . . . پایا اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری دعا کا نتیجہ ہے جو میں ہمیشہ کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے . . . بندوں میں سے ہے"

(آئینہ کمالات اسلام۔ ترجمہ از عربی ص۵۸۱، ۵۸۳)

خُدا کی محبت میں گداز دل سے نکلے ہوئے یہ فقرات اس زمانہ کے امام حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ہیں جو آپ نے اپنے ایک پیارے مرید حضرت حکیم مولانا نورالدین کے حق میں تحریر فرمائے اور انہیں اپنی دعاؤں کا ثمر قرار دیتے ہوئے رب جلیل کے نشانوں میں سے ایک نشان قرار دیا ہے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب . . . . آسمان علم و حکمت کے آفتاب تھے۔ قرآن مجید، حدیث، فقہ، منطق اور فلسفہ وغیرہ علوم میں ان کے تبحر علمی کے غیر بھی معترف ہیں۔ آپ علم کے دھنی اور میدان تقریر کے شہسوار تھے۔ مذاہب عالم پر اتنی گہری نظر تھی کہ بڑے بڑے محققین حیرت زدہ ہو جاتے تھے اور عش عش کر اُٹھتے تھے۔ مدمقابل پر لبوں کی ایک ہی جنبش سے مُہر سکوت لگا دینا آپ کی نکتہ آفرینی اور حاضر دماغی کا ایک ادنیٰ کرشمہ سمجھا جاتا تھا۔ کئی سال تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رہے اور دیار حبیب کی برکتوں سے فیضیاب ہوئے۔

علی گڑھ تحریک کے بانی سرسید احمد خاں مرحوم کہا کرتے تھے کہ جاہل جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے۔ جب اور ترقی کرتا ہے تو حکیم کہلاتا ہے پھر ترقی کرے تو صوفی بن جاتا ہے۔ مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو نورالدین بن جاتا ہے۔" (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۶۵)

زیورِ علم و حکمت سے آراستہ ہونے کے علاوہ خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا نورِ بصیرت عطا فرمایا تھا کہ جب قادیان کی بستی سے . . . . تو اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اُس دن سے اس کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور اوّل المصدقین کہلائے۔ اور ایمان و یقین کی اُس بلند چٹان پر قائم تھے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"انہوں نے ایسے وقت میں بلا تردد مجھے قبول کیا جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہو گئے تھے۔ تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق میں ..... میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے۔ آمَنَّا وَ صَدَّقْنَا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۹)

آپ کے بلند مقام سے متعلق حضرت بانی سلسلہ کے یہ الفاظ کہ:۔

"میری فراست نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے"

ایک عظیم الشان سرٹیفیکیٹ ہے اور اس کی تصدیق خدا تعالیٰ نے اس وقت بڑی شان سے ظاہر کی جب آپ کی وفات کے بعد قدرتِ ثانیہ کے پہلے مظہر کے طور پر آپ کو منتخب فرمایا۔

خدمتِ دین کے لئے آپ کے دل میں جو جوش اور جذبہ پایا جاتا تھا اس کی کیفیت کا اندازہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اس تحریر سے خوب اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"...... اُن کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہوا ہے اس کے تصور سے قدرتِ الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔" (فتح اسلام صفحہ ۵۸)

مال کے ذریعہ سے آپ نے جو خدمات سر انجام دیں اُن کا بھی ایک الگ مقام اور مرتبہ ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ چاروں طرف تکفیر بازی کا بازار گرم تھا۔ اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مالی امداد کی ضرورت تھی۔ آپ نے اپنا سب کچھ محبوب آقا کے حضور حاضر کر دیا۔ آپ کی اس خدمت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"میں اُن کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ (حق) کے لئے کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا

ہو سکیں"۔

(فتح اسلام ص۵۹)

نیز فرماتے ہیں :-

"کثرتِ مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا مال عزیز رضائے مولا میں اُٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا اُن میں جن کے دلوں پر اُن کی صحبت کا اثر ہے"۔　(نشان آسمانی ص۴۶)

اس لحاظ سے بھی آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ نہ صرف اس دنیا میں آپ حضرت مسیح موعود کی اطاعت و فرمانبرداری اور پیروی میں اُس مقام پر پہنچے جہاں نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے بلکہ وفات کے بعد بھی اپنے پیارے آقا سے جُدا نہ ہوئے اور آپ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

ایک شان آپ کو یہ بھی حاصل ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آپ کے حق میں یہ دعا کی :-

"اے میرے رب تو اس پر آسمان سے برکتیں نازل کر اور دشمنوں کے شر سے اسے محفوظ رکھ اور جہاں کہیں وہ ہو تو اس کے ساتھ ہو۔ اور دنیا و آخرت میں اس پر رحم کر اے ارحم الراحمین آمین ثم آمین"۔

(آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی ص۵۸۸)

آپ کی وفات پر مولوی ظفر علی خاں صاحب نے آپ کو یوں خراج تحسین پیش کیا :-

"مولوی حکیم نورالدین ...... ایک زبردست عالم اور جید فاضل تھے ...... مولانا حکیم نورالدین صاحب کی شخصیت اور قابلیت ضرور اس قابل تھی جس کے فقدان پر تمام مسلمانوں کو رنج اور افسوس کرنا چاہیئے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کرتا ہے۔ الحق اپنے تبحر علم و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے افسوس کہ آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گیا"۔

(زمیندار ۱۹ مارچ ۱۹۱۴ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۴)

قرآن کریم سے لگاؤ

قرآن کریم سے آپ کو ایسا لگاؤ تھا گویا وہ آپ کی غذا ہے۔ کثرت سے اس آخری آسمانی صحیفہ کی تلاوت فرمایا کرتے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ :-

"قرآن میری غذا اور میری روح کی فرحت کا ذریعہ ہے اور باوجود اس کے کہ قرآن کریم کو دن میں کئی بار پڑھتا ہوں مگر میری روح کبھی سیر نہیں ہوتی۔ یہ شفا ہے۔ رحمت ہے۔ نور

ہے۔ ہدایت ہے"۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ آپ کے عشق قرآن کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"جس طرح ان کے دل میں قرآن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ایسی محبت میں اور کسی کے دل میں نہیں دیکھتا۔ آپ قرآن کے عاشق ہیں اور اُن کی پیشانی میں آیات مبین کی محبت چمکتی ہے۔ آپ کے دل میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں پس آپ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتے ہیں جو نہایت بعید و پوشیدہ ہوتے ہیں"۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ترجمہ از عربی ص۵۸۶)

اطاعتِ امام

اطاعت امام کا یہ حال تھا کہ حضرت بانی سلسلہ کے حکم سے گھر بار چھوڑ کر قادیان میں سکونت اختیار کر لی اور پھر محبوب آقا کے ارشادات کی بجا آوری میں ایسے محو ہو گئے کہ اس کے بعد وطن آپ کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا۔

ایک دفعہ بھیرہ کے ایک رئیس نے آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ مَیں بیمار ہوں مہربانی فرما کر آپ بھیرہ تشریف لا کر مجھے دیکھ جائیں۔ آپ نے اُسے جواب دیا کہ میں بھیرہ سے ہجرت کر چکا ہوں۔ اب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اجازت کے بغیر مَیں کہیں نہیں جا سکتا۔ اس پر اس رئیس نے حضرت اقدس کی خدمت میں درخواست کی۔ حضور نے فرمایا کہ آپ بھیرہ جا کر اسے دیکھ آئیں۔ چنانچہ آپ بھیرہ تشریف لے گئے۔ اُس رئیس کا مکان شہر کے بیرونی حصہ میں تھا۔ آپ نے اُسے دیکھا اور نسخہ تجویز فرما کر قادیان واپس آ گئے۔ نہ اپنے گھر گئے اور نہ کسی دوست عزیز سے ملے بلکہ جس غرض کے لئے حضور نے آپ کو بھیجا تھا اُسے پورا کر کے فوراً واپس تشریف لے گئے"۔ (حیاتِ نُور ص۱۸۷)

ایک دفعہ حضرت اقدس دہلی تشریف لے گئے اور وہاں سے تار کے ذریعہ حضرت مولوی صاحب کو بلوایا آپ اپنے مطب میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ حضور کی تار آئی ہے حضور نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ مجھے تار کے الفاظ بتاؤ اس میں IMMEDIATE کا لفظ تھا جس کے معنی "فوراً" کے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب فوراً کا لفظ سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ رختِ سفر یا خرچ لئے بغیر اور گھر والوں کو اطلاع دئے بغیر فوراً بٹالہ روانہ ہو گئے۔ آپ کے لئے بستر وغیرہ سامان بعد میں پہنچایا گیا۔ (حیاتِ نُور ص۲۸۶)

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے جذبۂ اطاعت کا سرچشمہ عشق و محبت تھا چنانچہ آپ اپنی امامت کے زمانہ میں بسا اوقات فرمایا کرتے تھے :۔

"نور الدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے۔ نور الدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اُسے اپنے جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا۔"

(حیاتِ نور صفحہ ۱۸۹)

آپ کی اس پُر خلوص اطاعت کی تعریف میں حضرت بانیٔ سلسلہ نے لکھا :۔

"وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام۔ ترجمہ از عربی صفحہ ۵۸۶)

توکل علی اللہ

آپ کا خدا تعالیٰ کی ذات پر گہرا یقین اور توکل تھا۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ آپ کی ہر ضرورت پوری فرماتا تھا۔ حکیم محمد صدیق صاحب مرحوم آف میانی ضلع سرگودھا آپ کی زبانی ایک واقعہ سناتے ہیں :۔

"ایک دفعہ ایک اچھے استاد کی تلاش میں وطن سے دور چلا گیا۔ تین دن کا بھوکا تھا مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔ مَیں مغرب کے وقت ایک مسجد میں چلا گیا۔ مگر وہاں کسی نے مجھے نہیں پوچھا اور نماز پڑھ کر سب چلے گئے۔ جب مَیں اکیلا تھا تو مجھے باہر سے آواز آئی۔ نور الدین! نور الدین! یہ کھانا آکر جلد پکڑ لو۔ مَیں گیا تو ایک مجمع میں بڑا پُر تکلف کھانا تھا مَیں نے پکڑ لیا۔ مَیں نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے۔ کیونکہ مجھے علم تھا کہ خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ مَیں نے خوب کھایا اور پھر برتن ایک دیوار کے ساتھ کھونٹی پہ لٹکا دیا۔ جب میں آٹھ دس دن کے بعد واپس آیا تو وہ برتن وہیں آویزاں تھا جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کھانا گاؤں کے کسی آدمی نے نہیں خدا تعالیٰ نے ہی بھجوایا تھا۔" (حیاتِ نور صفحہ ۲۷)

ایک مرتبہ جب آپ بیمار تھے۔ آپ کی بیگم صاحبہ نے بیماری اور اخراجات کے پیشِ نظر کچھ گھبراہٹ کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا :۔

"مَیں روپیہ تب رکھتا جب خدا تعالیٰ پر میرا ایمان نہ ہوتا۔ اور اُسی دن ڈاک سے آپ کے نام اتنے روپے آگئے کہ نہ صرف آپ بلکہ دیکھنے سننے والوں کے دل بھی حمد و شکر سے لبریز ہو گئے۔"

(حیاتِ نور صفحہ ۱۷۱)

۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعۃ المبارک آخر وہ دردناک گھڑی آن پہنچی جب یہ پیارا وجود اپنے مولیٰ سے جا ملا۔ حضرت مرزا محمود احمد المصلح الموعود نے اگلے دن فرضِ امامت سونپے جانے کے بعد آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس مبارک انسان کے مبارک جسم کو ہزاروں دعاؤں کے ساتھ اس کے محبوب سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا ؎

چہ خوش بُودے اگر ہر یک ز اُمّت نوردیں بُودے ؛ ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بُودے

دستِ قدرت کا شاہکار

(جناب ڈاکٹر منصور احمد صاحب منصوری)

یہ خواہش تھی مری سب سے الگ سب سے جُدا لکھوں
میرے مرشد میرے آقا تیرے صدق و صفا لکھوں

جمال و حُسن کی باتیں کروں مہر و وفا لکھوں
تجھے بادِ صبا۔ شمس و قمر۔ نورِ ھُدیٰ لکھوں

تُو بن کر چاند اُترا تھا شبِ ظلمت کے آنگن میں،
بڑا ہی ظلم یہ ہو گا نہ گر تجھ کو ضیاء لکھوں

نہ چھُوٹے ضبط کا دامن جلے سینہ تو جلنے دو
تیرے کلمات کو آقا میں زخموں کی دوا لکھوں

مَیں کِس کِس کو دکھاؤں داغ دل کے، زخم سینے کے
مرے سورج نکل باہر اندھیرے میں مَیں کیا لکھوں

کھٹکتی ہے مرے سینے میں جو اک بات وہ یہ ہے
جلا کر مشعلِ جاں بھی نہ اس قابل ہُوا! لکھوں

تیرے وصفوں کی بابت جو لکھا قدرت کے ہاتھوں نے
بھلا منصور میں طاقت کہاں اِس سے سوا لکھوں

چمکتے موتی

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولانا نورالدین صاحب کی سیرت کے

چند روح پرور واقعات

ترتیب: طارق سعید

حُسنِ سلوک

محترم شیخ عبد اللطیف صاحب بٹالوی کا بیان ہے کہ :-

"ایک سکھ لڑکا تعلیم الاسلام ہائی سکول کا طالب علم تھا۔ حضور پر قاتلانہ حملہ کرنے کی غرض سے تہجد کے وقت حضور کے مکان پر پہنچا۔ حضور اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر سلام پھیرا اور پوچھا کہ آپ اس وقت کیسے آئے ہیں؟ ابھی اُس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ گھر سے باہر ہی اُس کے ہاتھ میں چھرا دیکھ کر آس پاس کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ شیخ حاکم علی صاحب حوالدار کی ان ایام میں وہاں ڈیوٹی تھی۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ بٹالہ لے گئے۔ وہاں سے میاں غلام رسول ڈی۔ ایس۔ پی آف بنوں تفتیش کے لئے قادیان آئے۔ حضور کا بیان لیا۔ مقدمہ چلا اور وہ تین سال کے لئے قید ہو گیا۔ قید کا وقت گذرنے کے پانچ چھ ماہ بعد میں قادیان گیا۔ اسے دیکھا کہ حضور کے پاس بیٹھا اپنی ملازمت کے لئے کچھ مشورہ لے رہا تھا اور حضور اُسے ہمدردانہ مشورہ دے رہے تھے۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ میں نے حضور کی خدمت میں رقعہ لکھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ قاتلانہ حملہ کرنے والے کے ساتھ یہ سلوک! مسکرا کر فرمایا۔ کہ جب اُس نے مجھ پر اعتماد کیا۔ تو میں کیوں مشورہ نہ دیتا۔ یہ سُنکر میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔" (حیاتِ نور ص ۶۲۵)

جماعت سے محبت

محترم جناب چوہدری حاکم دین صاحب کی بیوی کو پہلا بچہ ہونے والا تھا اور سخت تکلیف تھی۔ آپ رات کے گیارہ بجے حضور کے گھر گئے۔ چوکیدار سے پوچھا کہ کیا میں حضور کو اس وقت مل سکتا ہوں؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ لیکن اندرونِ خانہ حضور نے آواز سُن لی۔ اور پوچھا کون ہے۔ چوکیدار نے عرض کی۔ کہ چوہدری حاکم دین ملازم بورڈنگ ہیں۔ فرمایا۔ آنے دو۔ آپ اندر چلے گئے اور زچگی کی تکلیف کا ذکر کیا۔

حضور اندر جا کر ایک کھجور لے آئے۔ اور اُس پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔ اور چوہدری صاحب کو دیکر فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو مجھے بھی اطلاع دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بچی پیدا ہو گئی۔ چوہدری صاحب نے سمجھا کہ اب دوبارہ حضور کو جا کر جگانا مناسب نہیں۔ اس لئے وہ سو رہے۔ صبح کی نماز کے وقت وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت مولوی صاحب اس وقت وضو کر رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے عرض کی۔ کھجور کھلانے کے بعد بچی پیدا ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ بچی پیدا ہونے کے بعد تم میاں بیوی آرام سے سو رہے۔ اگر مجھے بھی اطلاع دے دیتے تو میں بھی آرام سے سو رہتا۔ میں تمام رات تمہاری بیوی کے لئے دُعا کرتا رہا۔ (حیاۃ نور صفحہ ۶۳)

اطاعت امام

ایک دفعہ بٹالہ کا ایک ہندو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیوی بیمار ہے۔ حضور اگر مولانا نورالدین صاحب کو اجازت دیں تو وہ بٹالہ جا کر میری بیوی کا علاج کریں۔ حضور نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ اُمید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے۔ آپ یکہ پر قادیان سے شام کو بٹالہ پہنچے اور مریضہ کے لئے غذا اور دَوا تجویز کر کے واپسی کے لئے بہت زور دے کر یکہ کا انتظام کروایا۔ کچھ راستہ آپ نے یکہ پر طے کیا مگر ان دنوں راستہ میں ہر طرف پانی اور کیچڑ تھا۔ گھوڑا بار بار رک جاتا۔ آخر آپ پیدل ننگے پاؤں چل دیئے۔ رستہ میں آپ کے پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو گئے۔ مگر آپ اسی عالم میں برابر چلتے رہے۔ اور آدھی رات کے قریب قادیان پہنچ گئے۔ صبح کی نماز آپ ہی نے پڑھائی۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فجر کے بعد آپ سے سفر کے متعلق پوچھا تو آپ نے عرض کی کہ مَیں رات کو بخیریت واپس پہنچ گیا تھا۔ اور ہرگز کسی قسم کی تکلیف کی طرف مطلق اشارہ نہ فرمایا۔

تصرفِ رُوحانی

حضرت حافظ روشن علی صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں حضرت مولانا نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ سے پڑھا کرتا تھا۔ بعض اوقات کھانے کے وقت میں بھی تعلیم جاری رہتی۔ ایک دفعہ اتفاق سے مجھے فاقہ آگیا۔ اور تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے کھانے کا وقت نہ مل سکا۔ عین دوپہر کا وقت تھا۔ حضور کی مجلس میں سبق پڑھتے رہے۔ مجھے خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ اسی عالم میں ربودگی سی طاری ہوئی۔ اور میرے سامنے بھنا ہوا گوشت روٹی اور دودھ پیش کیا گیا مَیں نے خوب کھایا اور دودھ پیا۔ جب یہ کیفیت دُور ہوئی تو مَیں سیر ہو چکا تھا اور قطعاً بھوک نہ تھی۔ بلکہ کھانے کے بعد جو لطف آتا ہے اسی لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اچانک حضور نے فرمایا:۔

"روشن علی! فارغ ہو گئے"

مَیں حیران تھا کہ آپ کو میرے کھانے کا علم ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی میری خواب کا نظارہ دکھلا دیا ٭

خُدا ہی رازق ہے

حضور فرماتے ہیں :-

"میرا خُدا ہمیشہ میرا خزانچی رہا ہے۔ مجھے کبھی تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ میرا توکل ہمیشہ خُدا پر رہا۔ اور وہی قادر ہر وقت میری مدد کرتا رہا ہے۔ چنانچہ ایک وقت مدینہ میں میرے پاس کچھ نہ تھا۔ حتیٰ کہ رات کے کھانے کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ جب نماز عشاء کیلئے وضو کر کے مسجد کو چلا تو راستہ میں ایک سپاہی نے مجھ سے کہا کہ ہمارا افسر آپ کو بلاتا ہے میں نے نماز کا عذر کیا۔ پر اُس نے کہا۔ مَیں نہیں جانتا۔ مَیں تو سپاہی ہُوں حکم پر کام کرتا ہُوں۔ آپ چلیں۔ ورنہ مجھے مجبوراً لے جانا ہوگا۔ ناچار مَیں ہمراہ ہو گیا۔ وہ ایک مکان پر مجھے لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک امیر افسر سامنے جلیبیوں کی بھری ہوئی رکابی رکھا ہوُا بیٹھا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اسے کیا کہتے ہیں۔ مَیں نے کہا ہمارے ملک میں اسے جلیبی کہتے ہیں۔ کہا کہ ایک ہندوستانی سے سن کر مَیں نے بنوائی ہیں۔ خیال کیا کہ اس کو پہلے کسی ہندوستانی کو ہی کھلاؤں۔ چنانچہ مجھے آپ کا خیال آگیا۔ اس لئے مَیں نے آپ کو بلوایا۔ اب آپ آگے بڑھیں اور کھائیں۔ مَیں نے کہا۔ نماز کے لئے اذان ہوگئی ہے۔ فرصت سے نماز کے بعد کھاؤں گا۔ کہا۔ مضائقہ نہیں۔ ہم ایک آدمی کو مسجد بھیج دیں گے۔ کہ تکبیر ہوتے ہی آکر کہدے۔ خیر مَیں کھا کر جب شکم سیر ہو گیا تو ملازم نے اطلاع دی۔ کہ نماز تیار ہے۔ تکبیر ہو چکی ہے۔ پھر دوسری صبح ہی جبکہ اپنا بستہ صاف کر رہا تھا۔ اور اپنی کتابیں الٹ پلٹ کر رہا تھا۔ تو ناگہاں ایک پونڈ مل گیا۔ چونکہ مَیں نے کبھی کسی کا مال نہیں اٹھایا۔ اور نہ کبھی مجھے کسی کا روپیہ دکھلائی دیا۔ اور مَیں یہ خوب جانتا تھا۔ کہ اس مقام پر مدت سے میرے سوائے کوئی آدمی نہیں رہا۔ اور نہ کوئی آیا۔ لہٰذا مَیں نے اسے خدائی عطیہ سمجھ کر لے لیا اور شکر کیا کہ بہت دنوں کے لئے یہ کام دے گا۔

ایک دفعہ حضور دیر تک اپنے کام میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ کافی رات گذر گئی۔ جب گھر تشریف لے گئے۔ تو کھانا موجود نہیں تھا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ باہر سے کسی نے دستک دی۔ فرمایا۔ کون ہیں؟ جواب ملا۔ مرزا محمد اسمٰعیل! فرمایا۔ کیا کام ہے؟ عرض کیا۔ حضور! آج جو مَیں نے کھویا تیار کیا تھا۔ تو چونکہ وہ بہت عمدہ بن گیا تھا۔ اس لئے مَیں نے یہ نیت کی تھی۔ کہ حضور کی خدمت میں بھی پیش کروں گا مگر حضور کی مصروفیات کی وجہ سے پیش نہ کر سکا۔ عشاء کی نماز کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔ اب جو آنکھ کھلی تو خیال آیا۔ کہ ابھی دے آؤں۔ چنانچہ اب حاضر خدمت ہو کر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ آپ نے وہ کھویا قبول فرمالیا۔ اور گھر والوں کو کہا۔ کہ آپ بھی کھائیں۔ کیونکہ خُدا تعالیٰ نے بھجوایا ہے۔" (حیاتِ نور صـ۵۱۱، صـ۵۱۲)

از افاضات حضرت مصلح موعود

امامِ وقت سے ذاتی تعلّق

◎

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے سچا تعلّق رکھتے ہیں ان سے ملتے رہا کرو۔ پس ملاقات ضروری ہے۔ اس قدر ضروری ہے کہ حضرت ربانی سلسلہ فرمایا کرتے تھے جو لوگ ہمارے پاس نہیں آتے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔"

(منہاج الطالبین صفحہ ۹)

حضرت مصلح موعود کا ایک خط

"میری طبیعت میں شرم ہے اور مَیں لوگوں کو بار بار یہ نہیں کہہ سکتا کہ بغیر ذاتی تعلق کے رُوحانیت نہیں ملتی کیونکہ حیا کرتا ہوں کہ لوگ سمجھیں کہ اپنے لیے ایسا کہتا ہے حالانکہ یہ حق ہے خدا کے بندوں سے ذاتی تعلّق وہ ایمان پیدا کرتا ہے جو دُنیا بھر کے دلائل نہیں کر سکتے۔ دلائل خالی کج بحث بنا دیتے ہیں، لیکن رُوحانیت ہی ہے جو مغز تک پہنچا دیتی ہے اور ٹھوکروں سے بچا دیتی ہے۔"

(الفرقان نومبر ۱۹۶۸ء)

یہ رُت خزاں کی نویدِ بہار دیتی ہے

(جناب خادم احمد۔ کراچی)

نئے چراغ محبت کے جلنے دو ساتھی
دلوں میں جوشِ اطاعت اُبلنے دو ساتھی

ہیں کم نگاہ کچھ ایسے جو خود پہ نازاں ہیں
انہیں غرور میں اپنے بہکنے دو ساتھی

ہیں دُنیا دار انہیں آسماں سے کیا نسبت
انہیں متاعِ شکستہ پہ مرنے دو ساتھی

نہیں نصیب میں جن کے کہ روشنی پائیں
انہیں سیاہ اندھیروں میں چلنے دو ساتھی

یہ کاروانِ محبت تو چلتا جائے گا
کسی کو نارِ حسد میں ہی جلنے دو ساتھی

جبیں پہ ایک شکن بھی جو آئی تو ضائع
تم اپنے زخمی بدن کو مہکنے دو ساتھی

اِسی مہک کو سفر میں چراغِ راہ سمجھو
اور اس کو پیشِ خدا تم پہنچنے دو ساتھی

کوئی ستم بھی جو ڈھائے تو اسکو سہہ جانا
لہو جو رُوح کا نکلے، نکلنے دو ساتھی

خدا تمھاری مدد کو پہنچنے والا ہے
ذرا سا صبر، نیا دن بدلنے دو ساتھی

یہ رُت خزاں کی نویدِ بہار دیتی ہے
کھلیں گے پھُول کلی کو چٹکنے دو ساتھی

یہ امتحان نیا تو نہیں ہے اے خادم
وفا کو کامراں اس سے گزرنے دو ساتھی

ممالکِ عالم

نوید احمد صاحب فیصل آباد

مملکتِ بھوٹان پر ایک نظر

آبادی ۔ بارہ لاکھ چالیس ہزار افراد
رقبہ ۔ اٹھارہ ہزار ایک سو سینتالیس مربع میل
سکہ ۔ نگلٹرم اور بھارتی روپیہ
دارالحکومت ۔ تھمفو
محلِ وقوع ۔ شمال مشرق میں تبت ۔ مغرب میں سکم ۔ جنوب میں بھارت ۔
سرکاری نام ۔ سلطنتِ بھوٹان
بڑے بڑے دریا ۔ ٹونگسا ۔ ٹورسا ۔ مانا س ۔ سنکوش ۔
تعلیم ۔ ۹۵ فیصد لوگ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہیں ۔

۱۶ ویں صدی میں یہ ملک تبت کے قبضہ میں تھا ۔ ۱۹ ویں صدی میں بھوٹان کا جنوبی حصہ برطانوی قبضہ میں چلا گیا ۔ ۱۹۰۷ء سے قبل اس ملک پر دو حکمرانوں کی حکومت رائج تھی ایک روحانی حکمران جو دھرم راج کہلاتا تھا ۔ اور دوسرا مادی حکمران جسے دیوراج کہتے تھے ۔

۱۹۱۰ء میں بھوٹان نے اپنے خارجی معاملات طے کرنے کے بعد برطانیہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ۔ ۱۹۴۹ء میں یہ ملک آزاد اور خود مختار قرار پایا مگر ایک معاہدہ کے تحت بھوٹان کے خارجی معاملات نپٹانے کے حقوق بھارت کو حاصل ہیں ۔

۱۹۵۹ء میں چین کے شائع کردہ نقشوں میں بھوٹان کو چینی علاقہ قرار دیا گیا ۔ اس پر بھارت نے چین کو خبردار کیا کہ بھوٹان پر حملے کو بھارت پر جارحیت تسلیم کیا جائے گا ۔

بھوٹان ۱۹۷۱ء میں اقوامِ متحدہ کا رکن بنا ۔ ۱۹۷۴ء میں بھوٹان میں شاہ جگمے سنگیے وانگ چک کی تاج پوشی کی گئی ۔

۱۹۷۸ء تک ایک معاہدہ کے تحت ملک کی اشیاء صرف بھارت کو فروخت کی جا سکتی تھیں ۔ مگر پھر یہ پابندی ختم کر دی گئی ۔ بھوٹان کے سیاسی وفود آج تک اقوامِ متحدہ اور بھارت کے علاوہ صرف بنگلہ دیش میں گئے ہیں ۔

ملّتِ واحدہ

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں ۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے ۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے ۔"

(الوصیت ص۷)

آج کی تحریر

اُمید کا ساحل

محمد یاسین پاشا لاہور

میری آج کی تحریر ہر اس انسان کے لئے ہے جو ڈاکٹری کے عظیم شعبہ سے وابستہ ہے۔ اور ظاہر ہے ایسا شخص ہر زبان میں ڈاکٹر کہلاتا ہے یعنی معالج یا علاج کرنے والا یا زخموں پر مرہم رکھنے والا۔ دوسرے لفظوں میں ڈوبنے والوں کے لئے اُمید کا ساحل یا آس کا تنکا۔

لیکن میری یہ تحریر ایسے ڈاکٹروں کے لئے نہیں ہے جو اپنے پیشہ سے مخلص نہیں ہیں۔ کاش وہ اس عظیم پیشے کی روح کو مجروح نہ کرتے اور مخلص رہتے جیسا کہ حق ہے تو دنیا کے ساتھ ساتھ ان کی آخرت بھی ان کے لئے روشن ہوتی اور تاریخ ان پر فخر کرتی قوم ان پر ناز کرتی اور پھر میرا قلم بھی اُن پر نازاں ہو کر لکھتا۔ قصہ مختصر کہ میری آج کی تحریر صرف اُن لوگوں سے منسوب ہے جو شعبۂ طب سے نہ صرف متعلق ہیں بلکہ مخلص بھی ہوتے ہیں جن کا بنیادی مقصد ہی انسانیت کی خدمت کرنا ہوتا ہے۔ وہ اپنا آرام تج ڈالتے ہیں جب انہیں کسی بھی ذی روح خصوصاً انسان کی تکلیف کا پتہ چلتا ہے تو وہ چلتے نہیں بلکہ دوڑتے جاتے ہیں اور اپنے مریض کے درد اور زخم کو اس طرح دیکھتے ہیں اور اس پر مرہم رکھتے ہیں۔ جیسے وہ زخم اپنے جسم پر لگا ہے۔

اُن کی آنکھیں مریض کے چہرے کی نقاہت اور درد کی ٹیسوں کو بھی پڑھ رہی ہوتی ہیں۔ وہ مریض کے زخموں کو اور تکلیف کی نوعیت اور بیماری جانتے ہی اپنے علم طب اور ذہانت اور تجربہ اور ایمان باللہ کی مدد سے دوا تجویز کر لیتے ہیں۔ وہ صرف علاج ہی تجویز نہیں کرتے بلکہ دعا بھی کرتے ہیں۔ مریض کو پیار اور ہمدردی کے ذریعہ حوصلہ بھی دیتے ہیں۔ علاج کے لئے، علاج سے پہلے اور علاج کے بعد مکمل صحت یابی کے لئے اسے پُر اُمید کرتے ہیں وہ علاج میں اپنے یقین کو ساتھ ساتھ لے کر چلتے ہیں لیکن مریض کے لئے خدا سے دعا بھی کرتے ہیں۔ وہ اگر ہسپتال میں سرکاری ڈیوٹی پر ہوتے ہیں اور جب بھی مریض کے کمرہ میں یا وارڈ میں راؤنڈ ROUND لگاتے ہیں تو صرف راؤنڈ نہیں لگاتے۔ جس کا مطلب ہے چکر لگانا۔ بلکہ وہ ہر مریض کے پاس کھڑے ہوتے ہیں، اس کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ محبت کے ساتھ، شفقت کے ساتھ، مریض کو حوصلہ دیتے ہیں اور اس کے لئے باتوں باتوں میں دعا بھی کرتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۳۱

پرندے — چھٹا مضمون

مکرم ملک محمود احمد صاحب ناصر
ربوہ

بیّا پاکستان کے تمام علاقوں میں پایا جاتا ہے اس کی موجودگی کا پتہ درختوں پر لٹکے ہوئے گھونسلوں سے چل جاتا ہے۔ اگر کسی جگہ گھونسلے نہ ہوں تو بیّے کی موجودگی کا احساس مشکل سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی چڑیا سے تفریق ذرا مشکل ہے۔ البتہ نسل کشی کے موسم میں جب اس کے پروں کے رنگ میں تبدیلی ہوتی ہے تو ان کی پہچان آسان ہو جاتی ہے۔

بیّے کی مادہ کا رنگ سارا سال اور نر کا رنگ سردیوں میں اُوپر سے مٹیالا ہوتا ہے جس میں کالے رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ یہ دھاریاں دُم کے نزدیک کم ہو جاتی ہیں۔ بازوؤں اور دُم کے پَر ہلکے بھورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ اپنے نسل کشی کے موسم یعنی گرمیوں میں نر کا رنگ چہرے سے نیچے گلے تک گہرا سیاہی مائل بھورا ہوتا ہے۔ باقی سر اور چھاتی شوخ زرد رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ جسم کے نیچے کے باقی پَر اور کمر کا رنگ سبزی مائل بھورا اور بازو اور دُم گہری بھوری ہو جاتی ہے۔

بیّا ایشیائی ممالک کا جانور ہے اور مختلف علاقوں میں اس کی مختلف اقسام ملتی ہیں اور ان کی عادات و اطوار میں بھی تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ مثلاً ملائی نسل کے بیّے اپنے گھونسلے پانی کے کنارے ناریل وغیرہ کے اونچے درختوں پر بناتے ہیں۔ گھونسلے گول شکل کے ہوتے ہیں اور اُن میں آنے جانے کا راستہ نیچے کی بجائے ایک طرف ہوتا ہے۔

برما کے بیّے جو بنگلہ دیش میں بھی ملتے ہیں، رنگ میں قدرے مختلف ہوتے ہیں۔ اُن کی کمر اور جسم کا بالائی حصہ سُرخی مائل ہوتا ہے اور سردیوں میں سینے پر دھاریاں بن جاتی ہیں۔ بنگلہ دیش کے ہی دوسرے بیّے اپنے گھونسلے باغوں، مکانوں اور جھونپڑیوں میں بناتے ہیں اور مختلف عادات رکھتے ہیں۔

پاکستان کے بیّے عموماً جنگلوں سے دُور ایسے مقامات کو ترجیح دیتے ہیں جہاں پانی موجود ہو۔ علاقہ سبز ہو اور ببول، شیشم یا کھجور کے درخت بھی موجود ہوں۔ اس لیے ان بیوں کے گھونسلے اکثر ان درختوں پر کھیتوں میں ہی ملتے ہیں۔ ان کی خوراک گندم، باجرہ، جوار، رائی، چاول وغیرہ ہے۔ خوراک کی تلاش میں یہ پرندہ فصلوں کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ نقصان میں اضافہ اس لیے بھی ہوتا ہے کہ بیّے عموماً غول کی شکل میں ہوتے ہیں اور کسی کھیت پر یہ غول کا غول ہی دھاوا بول دیتا ہے۔ لیکن اس نقصان کی کسی حد تک تلافی اس طرح ہو جاتی ہے کہ بیّے اپنے بچوں کے لیے ضرر رساں کیڑے

مکوڑے تلاش کر کے نکال لیتے ہیں۔

بیے کا گھونسلا اس کی صناعی کا کمال ہوتا ہے۔ گھاس پھونس کے گھونسلے بنانے کے فن میں یہ پرندہ دنیا بھر میں لاثانی ہے۔ بارش یا ہوا کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو خواہ تند و تیز طوفان ہوں نہ تو گھونسلے کو کوئی نقصان پہنچتا ہے اور نہ ہی اُس میں موجود انڈوں اور بچوں وغیرہ کو نقصان پہنچتا ہے۔

بیے گھونسلے بنانے کے لیے کیکر، ببول، شیشم یا کھجور کے درخت کو ترجیح دیتے ہیں اور گھونسلا ایسی جگہ بناتے ہیں جہاں دوسرے جانور نقصان نہ پہنچا سکیں۔ خام مال کی فراہمی کسی نزدیکی گنے یا سرکنڈے یا مونج کے کھیت سے ہوتی ہے۔ گھونسلا بنانے کے لیے نرم، لچکدار مگر مضبوط شاخ تلاش کی جاتی ہے جس کے بعد نر بیا اس شاخ کے ارد گرد گنے، سرکنڈے، مونج یا دھان سے بنائے ہوئے ریشے لپیٹتا جاتا ہے۔ یہ دھاگے نما ریشے بنانا بھی اسی کا کمال ہے۔ اس کے لیے بیا پتے کی جڑ کے پاس بیٹھ کر پتے کی نوک کو اپنی طرف کھینچتا ہے پتا ذرا سا ٹوٹ جانے پر لمبائی کے رُخ اس کا دھاگا بنا لیا جاتا ہے۔ بیا ایسے ہی دھاگوں سے اپنا گھونسلا بنانے کا کام لیتا ہے۔ یہ ریشے لپٹتے لپٹتے جب ایک رسّی بن جاتی ہے تب اس رسّی میں ریشوں کے مزید استعمال سے گھونسلا کافی کھلا کر لیا جاتا ہے۔ بعد میں گھونسلے کے درمیان میں ایک دیوار سی بن جاتی ہے۔ اس مقام پر نر کے ساتھ مادہ بھی شامل ہو جاتی ہے محققین کا خیال ہے کہ کوئی مادہ نر کی طرف اُس وقت تک توجہ نہیں دیتی جب تک وہ اس مقام تک گھونسلا نہ بنا لے۔ کئی مرتبہ مادہ نہ ملنے پر گھونسلا نامکمل رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیوں کی آبادی میں بہت سے نامکمل گھونسلے بھی درختوں پر لٹکتے دکھائی دیتے ہیں۔

جب نر اور مادہ مل جائیں تو نر بیا باہر سے گھاس کے ریشے لاتا ہے اور مادہ بُنتی جاتی ہے۔ بعد میں نر اور مادہ اندر اور باہر بیٹھ کر گھونسلے کی تکمیل کرتے ہیں۔ گھونسلا میں ایک کمرہ نما خانہ ہوتا ہے جس میں مادہ انڈے دیتی ہے۔ یہ گھونسلا اس قدر خوبصورتی اور محنت سے بنایا جاتا ہے کہ اگر آپ ان ریشوں کو جُدا کرنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے۔

جنگلی ماحول میں نر مادہ سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے اکثر نامکمل گھونسلے نظر آتے ہیں۔ اس میں مزید اضافہ بیّوں کی اس عادت کی وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ بیّوں کو گھونسلا بنانے کا جنون ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر مادہ انڈے سہ رہی ہو تو بھی نر گھونسلے کے اندر سرنگ نما نالی بُنتا رہتا ہے۔ اگر کسی نر کو گھونسلا بناتے ہوئے مادہ نہ ملے تو وہ پہلا گھونسلا نامکمل چھوڑ کر دوسرا گھونسلا بنانا شروع کر دیتا ہے۔ بعض اوقات ایک مادہ کے ساتھ ایک گھونسلے کی تکمیل کے بعد نر دوسرا گھونسلا بنانا شروع کر دیتا ہے اور وہاں بھی کوئی مادہ آ کر آباد ہو جاتی ہے۔ اس طرح ایک بیا کئی کئی گھر بھی آباد کر لیتا ہے۔

بیّوں کی نسل کشی کا موسم اپریل تا نومبر ہوتا ہے۔ لیکن اکثر بچے موسم برسات میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ برسات میں کیڑے مکوڑے کثرت سے مل سکتے ہیں جو بچوں کی خوراک بنتے ہیں۔ مادہ ایک جھول میں سفید رنگ کے دو سے پانچ تک انڈے دیتی ہے۔

مشہور یہ ہے کہ بیا اپنے گھونسلوں میں جگنو بھی

پکڑ کر لاتا ہے جہاں وہ رات بھر چمکتے رہتے ہیں۔
اس کے گھونسلے میں مٹی کی چھوٹی چھوٹی ڈلیاں بھی ملتی ہیں۔ اُن کے متعلق آراء میں اختلاف ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ یہ گھونسلے کو متوازن کرنے کے لیئے مٹی کی بنا کر رکھی جاتی ہیں اور اکثر گھونسلے کے اُس حصہ میں رکھی جاتی ہیں جو انڈوں کے مخالف ہو۔ اور یہ مٹی مادہ کے انڈے دینے کے بعد رکھی جاتی ہے۔

انڈوں سے بچے نکلنے کے بعد بیا بچوں کو خوراک دینے کے لیئے گھونسلے میں چھوٹے چھوٹے سوراخ کر لیتا ہے۔ ان سوراخوں کے ذریعہ سے بچوں کو خوراک دی جاتی ہے۔ اسی لیے کبھی کبھی بیا گھونسلے سے باہر بھی چمٹا ہوا نظر آتا ہے۔

بیا عقلمند پرندہ ہونے کی وجہ سے شوقین حضرات کا پسندیدہ جانور ہے اور شوق سے پالا جاتا ہے۔ مداری اس سے فال نکلواتے ہیں اور تماشائیوں سے پیسے بھی یہی پرندہ وصول کرتا ہے۔ بیا کئی کرتب بھی دکھاتا ہے مثلاً ہوا میں اچھالے ہوئے پیسے اُچک لینا یا کسی درخت سے پتا توڑ کر لانا وغیرہ۔

بیے کو پال کر کوئی کرتب سکھانے کے لیے تھوڑی سی محنت درکار ہوتی ہے۔ دراصل جانور کو سدھانا بھی ایک فن ہے۔ بیے کو بھوکا رکھ کر نصف لیموں کے چھلکے میں باجرہ، کنگنی وغیرہ ڈالتے ہیں اور اسے ایک دھاگے سے انگلی پر لٹکا لیتے ہیں۔ بیا تھوڑی سی جھجک کے بعد دھاگے کو چونچ سے کھینچ کر پنجے کے نیچے دباتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ لیموں کا بالٹی نما چھلکا اوپر آجائے گا جس میں سے بیا دانہ کھالے گا۔ اس عمل کو بار بار دُہرانے سے بیا اس فن میں ماہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کئی دوسرے کرتب بھی اسے

باقی صفحہ ۲۹ پر

بقیہ از صٓ ۲۷

اگر سرکاری ہسپتال کے ڈاکٹر اس طرح ہو جائیں تو اس کے بہت ہی دور رس نتائج نکلیں گے۔ مریض کا آدھا مرض تو ڈاکٹروں کے اچھے اخلاق اور حکیمانہ باتوں سے اور دعاؤں سے ہی دور ہو جائے گا اور جو آدھا رہ جائے گا وہ مریض کے تعاون سے، ڈاکٹر کے علاج سے اور خدا کی شفا سے دور ہو جائے گا۔ پھر ڈاکٹر کی دعائیں اپنی جگہ اور دوائیں اپنی جگہ اس کے علاج میں برکت اور شفا کا موجب ہوں گی اور مریض کے دل سے جو دعا ڈاکٹر کے لئے نکلے گی وہ اپنی جگہ خدا کی رحمت کو مریض کے لئے، مرض کے لئے اور ڈاکٹر کے لئے برابر کھینچ لائے گی۔

تو ایسے معالج یا ڈاکٹر یا حکیم یا نرسیں جہاں کہیں بھی ہیں ان کو میرا سلام، ان کے ہاتھوں کو میرا سلام، ان کی آنکھوں کو ان کے ذہن کو میرا سلام، اُن کے قدموں کو، ان کے علم کو، ان کے تجربہ کو میرا سلام۔

تم لوگ اپنے علم طب اور اخلاص سمیت جہاں کہیں بھی ہو اس قابل ہو کہ تمہیں سنہری حروف میں لکھا جائے تا آنے والی نسلیں تم کو اپنا آئیڈیل مان کر تمہارے نقش قدم پر چلیں کہ وہ بھی تمہاری طرح دکھی انسانیت کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے والے ہوں اور اپنے مفاد کو مریض پر ہرگز ترجیح نہ دیں کہ دولتیں، شہرتیں اور عزتیں سب فانی مگر اعلیٰ کردار غیر فانی ہے۔ میں نے تمہیں آج کی تحریر میں لکھ لیا اور اپنی تاریخ میں بند کر لیا کہ جو بھی تمہیں پڑھے، تم پر فخر کئے بغیر نہ رہے۔

حبوب مفید اٹھرا
۳۶/- روپے
روشن کاجل
۳/- روپے
اکسیر اولاد نرینہ
۳۵/- روپے
زد جام عشق
۶۰/- روپے
حسن نکھار کریم
۵/- روپے
تریاق معدہ
۱۴/- روپے
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ
گولبازار ربوہ فون: ۶۳۴
NASIR
ناصر

ایک دلچسپ کہانی

میر غلام احمد نسیم ایم۔ اے

کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو۔ بحث طول پکڑ جائے۔ فریقین دلائل دیتے نہ تھکتے ہوں، ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی ہو رہی ہو اور کوئی فریق بھی ہار ماننے کے لئے تیار نہ ہو تو ایک نہ ایک فریق یہ کہتے ہوئے سنا جاتا ہے "نکالو جو کچھ تم نے پنڈورہ بکس میں چھپا رکھا ہے"۔ سوال یہ ہے کہ یہ پنڈورہ بکس کیا ہے؟۔

بہت پرانے اچھے وقتوں کی بات ہے۔ انسان دکھ و الم، رنج و غم سے ابھی آشنا نہیں تھا۔ ہر طرف خوشی و انبساط کا دور دورہ تھا۔ ایپی میتھس (Epimatheus) اپنی نہایت ہی خوبصورت بیوی پنڈورہ (Pandora) کیساتھ خوشی خوشی زندگی بسر کر رہا تھا۔ ان کی رہائش ٹہنیوں اور تیوں کے بنے ہوئے سادہ سے مگر خوشنما گھر میں تھی۔ وہاں سورج ہمیشہ اپنی خوشگوار کرنیں بکھیرتا رہتا تھا اور کبھی بھی شدید سردی نہیں پڑتی تھی۔

اس دیس میں ہر ایک خوش و خرم تھا۔ ہوائیں خوشکن آوازوں سے بھرپور ہوتی تھیں اور ہنسنے کی آوازیں ہر دم فضا میں گونجتی رہتی تھیں۔ ایپی میتھس اور پنڈورہ دوسروں سے زیادہ خوشگوار زندگی بسر کر رہے تھے کیونکہ وہ ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہتے تھے اور کبھی ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوتے تھے۔ ایک روز وہ ایک خوبصورت درخت کے سائے میں محوِ رقص تھے کہ انہوں نے مرکری (MURCURY) دیوتا کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ ایک لکڑی کا بکس اپنے کندھے پہ اٹھائے ہوئے چلا آ رہا تھا۔ پنڈورہ نے جاننا چاہا کہ اس بکس میں کیا ہے؟ لیکن دیوتا نے بتانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آپ کے لئے یہ معلوم کرنا مناسب نہیں کہ اس کے اندر کیا ہے۔ البتہ اس نے اس صندوق کو کچھ وقت کے لئے ان کے پاس امانت رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ اسے کسی اہم کام کے لئے کہیں جانا ہے اور صندوق کا بوجھ اس کی چلنے کی رفتار میں خلل انداز ہو رہا ہے اور یہ کہ واپسی پر وہ اس صندوق کو ان کے ہاں سے لے جائے گا۔

انہوں نے دیوتا پر مہربانی کرتے ہوئے صندوق اپنے ہاں رکھ لینے پر آمادگی کا اظہار کیا اور دیوتا سے کہا کہ صندوق کو ادھر کونے میں رکھ دیجئے ہم اس کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔ دیوتا نے انہیں تنبیہہ کرتے ہوئے تاکید کی کہ اس صندوق کو کھولنے کی کوشش بالکل نہ کرنا۔ اگر آپ لوگوں نے اس صندوق کو کھولا تو ہمیشہ کے لئے پچھتانا ہو گا۔ ایپی میتھس نے جواب دیا

آپ بے فکر رہیں ہم اس کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔ دیوتا اپنا یہ صندوق پنڈورہ کی رہائش گاہ کے کونے میں بطور امانت رکھ کر چلا گیا۔

پنڈورہ کو صندوق کے اندر کی چیز دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ وہ اپنے ساتھی کو دیگر لوگوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے چھوڑ کر اکیلی گھر آگئی۔ کچھ دیر صندوق کو گھورتی رہی اور پھر حیرانی سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ صندوق میں سے کھسر پھسر کی آوازیں آ رہی تھیں۔

پنڈورہ کا شوق اور بڑھ گیا۔ اسے خیال آیا کہ صندوق کے اندر زندہ چیزیں ہی ہوں گی جن کی آوازیں وہ سُن رہی ہے۔ وہ جھک کر غور اور پوری توجہ سے سننے لگی۔ صندوق خوبصورت تھا۔ اس پر ایک سر کی شکل بھی بنی ہوئی تھی۔ پنڈورہ کو یوں محسوس ہوا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ صندوق ایک سنہری تار سے باندھا ہوا تھا۔

صندوق میں کھسر پھسر جاری تھی۔ پنڈورہ آوازیں تو سُن رہی تھی لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس کی انگلیوں میں صندوق کھولنے کے لئے ارتعاش پیدا ہوا۔ لیکن اس وقت ایپی میتھس اندر آیا اور پنڈورہ کو کہا کہ آؤ باہر کھیلنے کے لئے چلیں۔ لیکن وہ اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں ہوئی اور وہ دوبارہ کھیلنے کے لئے باہر چلا گیا۔ بالآخر پنڈورہ نے صندوق کھولنے کا پختہ عزم کر لیا اور تار کو ایک طرف کر دیا۔ ڈھکنے سے کان لگا کر آوازوں کو سمجھنے کی کوشش کی تو اسے آواز آئی،

"پیاری پنڈورہ ہمیں باہر نکالیئے۔ ہمارا قید خانہ بہت تاریک ہے۔ ہمیں اس سے آزاد کیجئے"!

پنڈورہ حیران تھی کہ اب کیا کرے۔ کیا وہ اس مخلوق کو آزاد کر دے؟ اسی اثناء میں ایپی میتھس دوبارہ اندر آتا دکھائی دیا۔ پنڈورہ کو معلوم تھا کہ وہ اسے صندوق کو کھولنے کی اجازت نہیں دے گا۔ اور وہ اس تار کو دوبارہ باندھ دے گا۔ اس نے فوراً ڈھکن اٹھا دیا تا دیکھ سکے اندر کیا ہے؟۔

افسوس! صندوق میں دنیا بھر کے دکھ درد، غم والم اور مصائب بھرے ہوئے تھے۔ ڈھکن کھلتے ہی وہ چھوٹے چھوٹے بھورے پروں والی مخلوق پتنگوں کی طرح اڑی اور پنڈورہ اور ایپی میتھس کو ڈسا۔ انہوں نے پہلی دفعہ دکھ اور غصہ محسوس کیا۔ پھر یہ مخلوق باغوں، پارکوں اور دیگر تفریح گاہوں میں پہنچی اور خوش و خرم لوگوں کی خوشیوں کو دکھوں اور غموں میں بدل دیا۔

اب پنڈورہ اور ایپی میتھس آپس میں جھگڑنے لگے۔ پنڈورہ زار و قطار رونے لگی اور ایپی میتھس صندوق کھولنے کے فعل پر اسے بُرا بھلا کہنے لگا۔ اس لڑائی جھگڑے کے دوران انہوں نے ایک میٹھی سی آواز سُنی۔ یہ آواز صندوق میں سے آ رہی تھی جسے پنڈورہ نے بند کر دیا ہوا تھا۔ یہ آواز کہہ رہی تھی مجھے باہر نکالو۔ میں تمہارے دکھوں کا مداوا کروں گی اور ہر طرف امن و امان ہو جائے گا۔ پنڈورہ نے دوبارہ صندوق کھولا تو اندر سے سفید پروں والی روح باہر نکلی۔ یہ امید تھی جو اس بھورے پروں والی بُری مخلوق کے نیچے تھی۔ اس کا کام یہ تھا کہ وہ اس بُری مخلوق کے لگائے ہوئے زخموں پر مرہم لگائے تا درد والم میں کمی ہو۔ اس روح نے پنڈورہ اور اس کے ساتھی کے دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کی اور پھر اُڑ کر اُن لوگوں کے پاس گئی جو اس بُری مخلوق کی وجہ سے دکھ میں مبتلا تھے۔ (باقی ص۳۷ پر)

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا

(مرتبہ: فضل الرحمٰن ناصر)

اجتماعات

گھٹیالیاں کلاں مورخہ ۲۷-۲۸ نومبر ۸۶ء

کل مجالس جو شامل ہوئیں = ۲۷

کل حاضری اطفال و خدام = ۹۰۰

مرکز سے نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ تشریف لے گئے۔

لاڑکانہ ۴، ۵ دسمبر ۸۶ء

کل مجالس جو شامل ہوئیں = ۵

کل حاضری اطفال و خدام = ۲۴

مرکزی نمائندہ نذیر احمد صاحب خادم نے شرکت کی۔

خیرپور ۲۱ نومبر ۸۶ء

چک ۸۴/F بہاولپور ۱۳، ۱۴ نومبر ۸۶ء

کل حاضری ۱۰۰

مرکزی نمائندہ۔ نذیر احمد صاحب خادم نے شرکت کی۔

صدر کراچی ۱۰-۱۱ ستمبر ۱۹۸۶ء

بارہواں سالانہ اجتماع ہوا۔ ۲۳۸ خدام اور ۹۸ اطفال شریک ہوئے۔ صدر مجلس مرکزیہ نے افتتاحی خطاب فرمایا۔

قیادت ضلع راجن پور ۲۹، ۳۰ جنوری ۸۷ء منعقد ہوا۔ مرکزی نمائندگان عبدالسمیع خان صاحب اور عبدالقدیر قمر صاحب شامل ہوئے۔ اطفال و خدام کے درمیان علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ دورانِ اجتماع نمازِ تہجد ادا کی گئی۔ اس کے علاوہ درس قرآن کریم اور درس حدیث بھی دیا جاتا رہا۔

تربیتی کلاسیں

اسلام آباد شرقی دو تربیتی کلاسز منعقد کی گئیں۔ پہلی کلاس ۲۲ نومبر تا ۳ دسمبر ۱۹۸۶ء جس میں ۱۵ خدام شامل ہوئے۔ دوسری کلاس ۷ دسمبر تا ۱۴ دسمبر ۱۹۸۶ء جس میں ۱۷ خدام نے حصہ لیا۔

ضلع اسلام آباد ۵، ۶ فروری ۱۹۸۷ء کو تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس میں ۱۲۰ اطفال اور ۱۴۳ خدام نے حصہ لیا۔ ۶ فروری کو نماز تہجد ادا کی گئی۔ دورانِ کلاس علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔

ڈگری ۱۷ فروری تا ۲۰ فروری بعد نماز مغرب روزانہ پون گھنٹہ تک تربیتی کلاس منعقد ہوتی رہی

یوم مصلح موعود

ڈھرکی ضلع سکھر ۲۰ فروری کو یوم مصلح موعود کے سلسلہ میں اجلاس ہوا۔ میرپور ماتھیلو، اوباڑہ اور گوٹھ شہید کے احباب نے بھی شرکت کی۔

جھنگڑ حاکم والا جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ جو کہ ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ مربی صاحب نے پیشگوئی مصلح موعود پر روشنی ڈالی۔

لاڑکانہ ۲۰ فروری ۱۹۸۷ء۔ یوم مصلح موعود منایا گیا۔ جلسہ میں ۸ اطفال اور ۱۵ خدام نے شرکت کی۔

ضلع میانوالی ۲۷ فروری ۔ مشن ہاؤس میں جلسہ مصلح موعود منعقد کیا گیا۔ ۴ مجالس کی نمائندگی ہوئی۔ دوپہر کا کھانا تمام احباب کو مشن ہاؤس میں کھلایا گیا۔ مکرم عبدالوہاب صاحب مربی تنزانیہ نے شرکت کی۔ ۲۶ خدام، ۱۰ انصار اور ۸ اطفال نے شرکت کی۔

خاص جلسے!

جھنگڑ حاکم والا ۸ نومبر ۱۹۸۶ء کو مغرب کی نماز کے بعد جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا جو ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں نے شرکت کی۔ احباب جماعت کے علاوہ غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوئے۔

صدر کراچی ۲۹ جنوری ۱۹۸۷ء کو ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ مولانا محمد اشرف صاحب ناصر مربی سلسلہ کے علاوہ ۴ مقررین نے مختلف تربیتی امور پر تقاریر کیں۔ آخر پر مجلس سوال و جواب بھی منعقد کی گئی۔

وقارِ عمل

اسلام آباد شرقی ۳۰ جنوری بروز جمعہ مثالی وقارِ عمل منایا گیا۔ ۴۰ خدام و اطفال نے شرکت کی۔ بیت الذکر سے ملحقہ ایک راستہ پختہ بنایا گیا۔

جھنگڑ حاکم والا نومبر ۱۹۸۶ء میں چار اور جنوری ۸۷ء میں چھ وقارِ عمل ہوئے۔ بیت الذکر کی صفائی کی گئی اور گراؤنڈ میں پودے لگائے گئے۔

صدر کراچی ۱۵ جنوری ۱۹۸۷ء کو وقارِ عمل ہوا۔ دفتر کی صفائی کی گئی۔ خدام نے نئی الماریاں بنائیں اور ان پر پالش کیا گیا۔ وقارِ عمل روزانہ ۳۱ جنوری تک ہوتا رہا۔ تمام خدام نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔

وحدت کالونی لاہور کی سالانہ فضل عمر ریلی!

۲۶، ۲۷ فروری ۱۹۸۷ء کو بیت النور ماڈل ٹاؤن منائی گئی۔ مجلس کے خدام نے دو خیمہ جات لگائے۔ محترم صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی اس موقع پر تشریف لائے۔ ریلی کے دوران علمی اور ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ نیز تفریحی پروگرام بھی ہوئے۔ رات خدام نے بیت النور میں ہی بسر کی۔

ریلی کے دوران ۱۰ خدام نے ۵۰ خدام کے لیے کھانا خود تیار کیا۔ دوسرے دن بعد نماز جمعہ صدر صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا اور انعامات تقسیم کیے۔

سر ظفر اللہ خان میموریل کرکٹ ٹورنامنٹ ضلع تھرپارکر

خدام الاحمدیہ ضلع تھرپارکر کے زیر اہتمام دوسرا سر ظفر اللہ خان میموریل کرکٹ ٹورنامنٹ ۱۵ فروری تا ۲۰ فروری منعقد ہوا۔ ضلع بھر کی سات ٹیموں نے شرکت کی۔ جس میں میرپور خاص نے اوّل اور محمود آباد کی ٹیم نے دوم پوزیشن حاصل کی۔

تحریکِ جدید

کوئٹہ مجلس خدام الاحمدیہ کوئٹہ کے تحت ۸ر فروری تا ۱۴ر فروری ۱۹۸۷ء ہفتہ وصولی تحریک جدید منایا گیا۔ مبلغ -/۲۱۰۰ روپے کل وصولی ہوئی۔

سپین!

مارچ ۱۹۸۶ء میں ۶۱۵ کی تعداد میں جماعتی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ ۳ مجالس مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا۔ ۱۲ر افراد کو سپینش زبان میں کیسٹ سُنائی گئیں۔

ماہ اپریل ۱۹۸۶ء میں خدام نے ۱۰۳۵ پمفلٹ تقسیم کیئے۔ ۹۳ر افراد کو زبانی پیغامِ حق پہنچایا گیا۔ یوم دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں ایک گاؤں ADAMUS جا کر گھر گھر پیغام دیا گیا۔ ۳۰۰ پمفلٹ بعنوان "دینِ حق کا تعارف" اور ۲۵۰ بیت الذکر کے کارڈ تقسیم کیے گئے۔ اگست ۱۹۸۶ء میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے سپین کا دَورہ کیا جس کے بارے میں ایک سپینش اخبار CORDOBA نے ۲۹ر اگست ۱۹۸۶ء کی اشاعت میں "احمدی نوجوانوں کے رہنما کی آمد" کے عنوان سے یہ خبر شائع کی:-

"جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی تنظیم کے نائب صدر حافظ مظفر احمد صاحب اِن دنوں بیت الذکر بشارت تشریف لائے ہوئے ہیں"

حافظ صاحب نے نمائندہ اخبار CORDOBA کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ سپین اور یورپ کے دیگر ممالک میں میرے دَورے کا مقصد یہاں کے نوجوانوں کو محبت اور امن کا پیغام دینا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ یہاں احمدی نوجوانوں کی تعداد کم ہے مگر میری یہ خواہش ہے کہ ان کے دلوں میں محبت اور پیار اور امن کا پیغام بھر دیا جائے تاکہ اِن مثالی نوجوانوں کے ذریعہ اِس مُلک میں ہماری جماعت کی تعداد میں اضافہ ہو سکے۔

اِس سوال کے جواب میں کہ اِس ملک میں جماعت احمدیہ کا پیغام پھیلانے کی راہ میں آپ کو کونسی مشکلات درپیش ہیں؟ آپ نے بتایا کہ سپینش زبان جاننے والے افراد ہمارے پاس بہت ہی کم ہیں مگر امید ہے جلد ہی یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

(سپینش سے ترجمہ)

بقیہ از صفحہ ۳۴

اس طرح پنڈورہ کی بے وقوفی کی وجہ سے دُنیا میں دکھ درد اور برائی داخل ہوئی اور اس وقت سے آج تک ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ساتھ ہی اُمید (Hope) بھی موجود ہے اور جب تک امید ہمارے ساتھ ہے ہم مطمئن اور قانع ہیں۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو مورخہ ۹ اپریل ۱۹۸۷ء کو ایک بیٹی کے بعد پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔

حضور نے نومولود کا نام رضوان احمد تجویز فرمایا ہے۔ رضوان احمد مکرم صوفی خدا بخش صاحب عبدؔ زیروی کا پوتا اور مکرم چوہدری محمد رشید صاحب دارالصدر شمالی کا نواسہ ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو نیک اور خادم دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے اور لمبی عمر سے نوازے۔ (ادارہ)

رنگِ تغزّل

دیوانہ - احمد آبادی

○

خالی مہک سے تیری نہ کوئی بھی بَن مِلا
ہر گُلِستاں میں حُسن ترا موجزن مِلا

پرتو اُسی جمال کا ہر سمت جلوہ گر
ہر سُو بصد جلال وہی ضَوفگن مِلا

مکر و فریب کبر و ریا سے تھا جن کو کام
کعبے میں بھی گئے تو اُنہیں اہرمن مِلا

خلوت میں زاہدوں نے جو پایا بصد محن
رندوں کو وہ پیام سرِ انجمن مِلا

تنہائیوں کا لُطف کہ پائی ہے انجمن
خاموشیوں کا فیض، کہ ذوقِ سخن مِلا

پاک آشنا وہی ہے جو ہو آشنائے خاک
کِس کو ہے سطحِ بحر پہ دُرِّ عدن مِلا

ناقدریٔ بہشت کا انجام کیا کہوں
آدم کو پھر زمیں پہ نہ کوئی وطن مِلا

جس قوم نے زمینِ وطن سے کی بے رُخی
زیرِ زمیں بھی اُس کا نہ عُضوِ بدن مِلا

اہلِ نظر جو پا نہ سکے مہر و ماہ میں
اِک کم نگاہ کو وہ کِرن در کِرن مِلا

حدِّ نظر سے دُور کہیں ہے وہ جلوہ زن
جس حُسنِ پُر بہار سے دیوانہ پن مِلا

آخری صفحہ

خدا کی خاطر!

حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں قادیان میں ایک نابینا حافظ رہتے تھے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے پُرانے رفقاء میں سے تھے۔ ایک روز مَیں اُن کے پاس گیا تو وہ مجھے سُنانے لگے کہ کچھ عرصہ ہوا مَیں حکیم قطب الدین صاحب کے پاس گیا اور یہ شکایت کی کہ میرے کانوں میں شاں شاں کی آوازیں آتی رہتی ہیں اور سنائی بھی کم دیتا ہے کوئی علاج بتائیں حکیم صاحب نے فرمایا کہ آپ کے کانوں میں خشکی ہے دودھ پیا کریں۔ اس پر مَیں نے کہا کہ روٹی تو مجھے حضور کے لنگر سے مل جاتی ہے، دودھ کہاں سے پیوں؟ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بیت مبارک کو جاتے ہوئے حضرت مولوی شیر علی صاحب وہاں سے گزرے۔ آپ نے حکیم قطب الدین صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ حافظ صاحب کیا کہہ رہے ہیں حکیم صاحب نے کہا کہ ان کے کانوں میں خشکی ہے ان سے دودھ پینے کے لئے کہہ رہا ہوں لیکن حافظ صاحب کہتے ہیں کہ دودھ کہاں سے پیوں؟

حضرت مولوی صاحب یہ سُن کر چلے گئے۔ حافظ صاحب فرمانے لگے کہ اُسی روز رات کے وقت ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا حافظ صاحب دودھ لے لیں۔ چنانچہ مَیں نے اپنا پیالہ آگے کر دیا۔ وہ قریباً ڈیڑھ سیر دودھ ڈال کر چلا گیا۔ اسی طرح اس شخص کا معمول ہے کہ روزرات کو آتا ہے اور ۱½ سیر کے قریب دودھ میرے برتن میں ڈال کر چلا جاتا ہے۔ اس میں سے مَیں کچھ رات کو پی لیتا ہوں اور کچھ صبح کو۔

شیخ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں یہ کون شخص ہے جو مسلسل ڈیڑھ سال سے دودھ لے کر آتا ہے اور کبھی ناغہ بھی نہیں کرتا اور نہ ہی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے تحت مَیں ایک روز اُس شخص کے آنے سے پہلے ہی حافظ صاحب کے دروازے کے آس پاس گھومنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص ہاتھ میں برتن لئے اُن کے اندر چلا گیا۔ چونکہ سردیوں کے دن تھے اس لئے حافظ صاحب اندر چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اُس شخص نے حسبِ معمول دودھ دیا۔ مَیں اُسے دیکھنے کے لئے جب اندر داخل ہوا تو وہ میرے پاؤں کی آہٹ سُن کر کمرہ کے اندر ایک کونے میں جا کھڑا ہوا۔ اندر اندھیرا تھا اس لئے مَیں پہچان نہ سکا۔ غور سے دیکھا تو ایک شخص دیوار سے لگا دکھائی دیا۔ مَیں نے پاس جا کر پوچھا بھائی تم کون ہو؟ مجھے دھیمی سی آواز آئی "شیر علی"۔ یہ سُنتے ہی میرے پاؤں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ مَیں سخت شرمندہ ہوا کہ جس کام کو حضرت مولوی صاحب راز میں رکھنا چاہتے تھے مَیں نے اُسے افشاء کر دیا۔ مجھے دیر تک آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔

(سیرت شیر علی صفحہ ۲۷۸ تا ۲۸۱)

مرسلہ:۔ عبدالخالق ناصر

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L5830

MAY 1987